مدینۃ المسیح

۶ و ۷ ستمبر کی درمیانی شب مدرسہ احمدیہ کے صحن میں بعد نماز عشاء ایک مجلس مشاعرہ زیر صدارت منشی قاسم علی صاحب قادیانی منعقد ہوئی جس میں مقامی شعراء کے علاوہ بیرونی شعراء نے بھی جو درس میں شمولیت کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ اپنا اپنا کلام سُنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تبلیغ کے لئے راولپنڈی بھیجے گئے ہیں۔

۹ ستمبر سے دفاتر کا وقت جس میں درس کی وجہ سے تبدیلی کی گئی تھی۔ پھر ۱۰ بجے سے ۵ بجے تک ہو گیا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کے درس القرآن کا اختتام

۸ اگست سے ۸ ستمبر تک

۸ اگست سے ۸ ستمبر تک کے مُبارک ایام قادیان میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کے درس القرآن کی وجہ سے جس شان سے گذرے۔ ان کی کیفیت سے وُہی خوش قسمت اصحاب پوری طرح لطف اٹھا سکے جنھیں خدا تعالےٰ نے اس عرصہ میں قادیان میں آنے اور یہاں رہ کر قرآن کریم کے حقائق اور معارف سننے کی توفیق بخشی۔ گرمی کے ان بے تاب کر دینے والے ایام میں چار پانچ گھنٹے ایک نہایت گنجان مجمع میں بیٹھکر درس سننے اور اس کے نوٹ قلم بند کرنے کے علاوہ دن کا باقی حصّہ اور رات کا بھی کچھ وقت قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے میں صرف ہوتا رہا۔ ہر درجہ اور ہر طبقہ کے کئی سو اصحاب نہایت ذوق شوق سے اس مُبارک شغل میں مشغول رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی مصروفیت

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کو باوجود ناسازیٔ طبع اور کمزوریٔ طبیعت ان ایام میں جس قدر محنت اور مشقت کرنا پڑی۔ اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حضور روزانہ چار پانچ گھنٹہ چار پانچ سو بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ مردوں اور دو اڑھائی سو مستورات کے مجمع میں اتنی بلند آواز سے کہ تمام سامعین اچھی طرح سن سکیں درس القرآن دیتے رہے۔ اس کے علاوہ درس القرآن کو علمی اور تحقیقی پہلو سے بھی مکمل کرنے کے لئے اس سخت تکلیف دہ موسم میں رات کے بارہ بارہ بجے تک کتب کا مطالعہ کر کے نوٹ تیار فرماتے رہے اس قدر دن رات کی مصروفیت کے ہوتے ہوئے سلسلہ کے اہم اور ضروری معاملات کی سرانجام دہی مزید بر آں تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف تو حضور وقت بے وقت چند ایک لقموں سے زیادہ کھانا تناول

کی درگاہ سے دُور پھینکدئیے جاتے۔ اور ضرور تھا کہ ان کی تائید میں جماعت کا ایک حصّہ ہوتا جس طرح بنی اسرائیل کا ایک حصّہ موسوی طریق کے خلاف ہوگیا تھا۔ مگر جس طرح بالآخر کثرت حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے ماننے والوں کی ہوگئی۔ اسی طرح یہ بھی ضروری تھا۔ کہ بالآخر غیر مبائعین کی تعداد کم ہوجاتی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی متبع غالب ہوجاتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور ان کو خود تسلیم کرنا پڑا۔ کہ پہلے ہم جماعت کا نوّے فیصدی تھے۔ اور اب دس فیصدی ہیں۔ گو یہ بھی غلط ہے نہ وُہ کبھی نوّے فیصدی ہوئے۔ اور نہ اب وہ دس فیصدی ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ پہلے عام حسن ظنی کی بناء پر اور نیز ان لوگوں کی وجاہت کے اثر کے نیچے جماعت کا کثیر حصّہ ان کے ساتھ عقیدت مندانہ تعلق رکھتا۔ مگر جب ان کا مخفی مرض ظاہر ہُوا۔ تو خُدا نے جماعت کے کثیر حصّہ کو ٹھوکر سے بچالیا۔ اور نہایت قلیل حصّہ جو دو تین فیصدی سے زیادہ نہیں۔ ان کے ساتھ رہ گیا۔

خدا کے ایک برگزیدہ کی باتیں

نادان مخالف خوش ہوتے ہونگے۔ اور ہنستے ہونگے۔ کہ یہ بھلا کہاں نبی ہوسکتے ہیں جن کے بعض ماننے والے بھی ان کی نبوت سے منکر ہوگئے۔ مگر ہمیں ان کی ہنسی پر ہنسی آتی ہے اور ہم جلی حروف سے یہ الفاظ لکھ سکتے ہیں۔ کہ "غیر مبائعین کا ایک ایک فرد جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نبوّت کا منکر ہے۔ خود آپ کی صداقت اور نبی اللہ ہونے پر ایک کھلی دلیل ہے"۔ کیونکہ یہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تنہائی کی حالت میں اس وقت جبکہ ایک آدمی بھی آپ کے ماننے والوں میں سے نہ تھا۔ فرمائیں۔ کہ میں مثیل موسےٰ ہوں۔ اور انھیں کی طرح ایک عظیم الشان نبی ہوں۔ اور میری صداقت کا یہ نشان ہے۔ کہ میری جماعت پھیلیگی۔ اور دنیا پر چھا جائے گی۔ اور پھر ایک وقت آئیگا۔ کہ ان میں سے ایک حصّہ علیحدہ ہوجائے گا۔ مگر ماننے والے پھر ترقی کرینگے۔ اور دنیا میں پھیل جائیں گے۔ پھر جبکہ اس کی باتیں پوری ہوئیں۔ تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ وُہ خدا کی طرف سے نہ تھا۔ ہاں! وہ ایک نُور تھا۔ جو تاریکی میں چمکا اور پھیلتا چلا گیا۔ وُہ ایک چشمہ تھا۔ جو پیاسوں میں پھوٹا۔ اور دنیا کو سیراب کرنا شروع کردیا۔ اُس نے مُردوں کو زندہ کیا۔ پھر انھیں خدا تعالیٰ تک پہنچایا۔ بہتوں نے اسے قبول کیا۔ اور لازوال اور نہ ختم ہونیوالی نعمتوں کے وارث ہوئے۔ کئی ایسے بھی ہیں۔ جو ابھی تک غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وُہ انھیں بیدار کرے۔ مگر کئی اندھے بھی ہیں۔ کہ سُورج نے طلوع کیا۔ مگر وُہ اس کو دیکھ نہ سکے۔ اور نہ خدائی قانون کے ماتحت امید ہے۔ کہ اسے دیکھ سکیں۔ واللہ اعلم

اے خدا اپنا جلوہ ظاہر کر۔ دنیا میں صداقت کو پھیلادے۔ اسلام کو ترقی دے ایسا نہ کر کہ ہماری کسی کمزوری کیوجہ سے تیرے وعدے ہمارے وقتوں میں پورے نہوں۔ ہمیں آنے والی نسلوں کے لئے اسوہ حسنہ بنا کہ تیری شان عجیب ہے۔ اور تیری قدرتیں انسانی عقل سے بالا ہ

خاکسار مرزا ناصر احمد

حصّہ وصیّت کی ادائیگی

مندرجۂ ذیل موصیوں نے اپنی وصیت کے حصّہ کو اپنی زندگی میں پورا کرنے کی غرض سے جو نمونہ دکھایا ہے۔ وُہ قابلِ تعریف ہے انجمن کو جو موصی کی وفات کے بعد حصول جائداد کے لئے مشکلات پیش آتی ہیں۔ ان سے انجمن کو بچانے کے لئے یہی مناسب ہے۔ کہ موصی اپنی وصیت کو اپنی زندگی میں ہی ادا کرجائیں۔ دوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وصیتوں کا روپیہ ادا کردیا جائے۔ جو احباب یکمشت ادا نہیں کرسکتے۔ وہ باقساط بھی ادا کرسکتے ہیں۔ جن موصیوں نے اپنی اپنی وصیت کا کل روپیہ یا اس کا کوئی جزو یعنی حصّہ جائداد ماہ اگست میں داخل فرمایا ہے ان کے اسمائے گرامی کی فہرست درج ذیل ہے۔ اور دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان پر بڑی بڑی برکات اور رحمتیں نازل فرمائے۔ اور دوسرے موصی احباب کو بھی توفیق دے۔ کہ وہ اپنی اپنی وصیت کا روپیہ اپنی زندگی میں ادا فرماسکیں۔

(۱) مسمات پناہ بی بی صاحبہ (دادی جناب چوہدری ظفر اللہ خانصاحب) — ایک ہزار روپیہ ۱۰۰۰

(۲) مسمات حسین بی بی صاحبہ (والدہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب) — ایک ہزار روپیہ ۱۰۰۰

(۳) مسمات سکینہ بی بی صاحبہ (ہمشیرہ جناب چوہدری ظفر اللہ خانصاحب) — ایک ہزار روپیہ ۱۰۰۰

(۴) آمنہ بی بی صاحبہ زوجہ شیخ عبد الغنی صاحب وڈالہ بانگر - ۵۰ روپیہ

(۵) حاجی محمد نظیر صاحب شاہجہانپوری از شملہ ۵۰۰ "

(۶) عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ کریم بخش پہلوان۔ لاہور - ۲۰۰ "

محمد سرور شاہ سکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان

ایک رویا کی تعبیر

۲۸ اگست ۱۹۲۸ء کے پیغام میں ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا حسب ذیل رویا لکھا ہے:- "(غالباً) نومبر ۱۹۰۶ء میں رویا دیکھا۔ کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور کسیطرف جارہا ہوں۔ اور جاتے ہوئے آگے بالکل تاریکی ہوگئی۔ تو میں واپس آگیا۔ اور میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں۔ واپس آتے ہوئے بھی گرد و غبار کے سبب بہت تاریکی ہوگئی اور گھوڑے کی باگ کو میں نے ٹٹول کر ہاتھ میں پکڑا ہے۔ چند قدم چلکر روشنی ہوگئی۔ آگے دیکھا کہ ایک بڑا چبوترہ ہے۔ اس پر اتر پڑا۔ وہاں چند ایک لڑکے ہیں۔ انھوں نے شور مچایا۔ کہ مولوی عبد الکریم آگئے۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ مولوی عبد الکریم صاحب آرہے ہیں۔ ان کیساتھ میں نے مصافحہ کیا اور السلام علیکم کہا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے بطور تحفہ دی۔ اور کہا کہ یہ جیب پادر یوں کا افسر ہے وہ اسی سے کام چلاتا ہے۔ اسکے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے اور نالی کے آگے ایک قلم لگا ہُوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے قلم بغیر محنت باسانی چلنے لگتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا کہ اچھا میں مولوی صاحب کو دے دونگا۔ اس کے بعد بیداری ہوگئی"۔

پیغام کے محترم مضمون نگار صاحب نے اپنی طرف سے تعبیر لکھی ہے جس کا خلاصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:-

(۱) پہلی تاریکی سے مراد میاں صاحب کے عقائد باطلہ کی تاریکی ہوسکتی ہے"۔ دوسرے راستہ سے مراد لاہور کی جماعت ہے۔ دکسقدر مغالطہ ہے۔ دُوسرا راستہ کہاں سے آگیا) قلم (۲) عورتوں کے ہونے سے مراد وہ کمزور لوگ ہوسکتے ہیں۔ جو اگرچہ خیالات میں ہمارے ساتھ متفق ہیں تاہم میاں صاحب سے بوجہ اپنی کمزور فطرت کے ڈرتے ہوئے ادھر نہیں آتے"۔

(۳) قلم کے معاملہ کو بہت ہی "دلچسپ اور عجیب" کہکر اس شق کے ماتحت مولوی محمد علی صاحب کی مدح سرائی کیگئی ہے۔ اور مضمون نگار نے اپنے ہی امیر ایدہ اللہ کا اس پیرائے میں نقشہ کھینچا ہے۔ اسلئے خاکسار ذرا اسکی وضاحت کردیتا ہے۔

(۱) کیوں نہ کہا جائے۔ کہ پہلی تاریکی مولوی محمد علی صاحب کے عقائد باطلہ کی تاریکی ہوسکتی ہے آپنے تو دعوےٰ بلا دلیل ہی کردیا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں دلائل ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں "کسی طرف جا رہا ہوں" اور جاتا ہمیشہ گھر سے باہر ہُوا کرتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قادیان سے باہر بالکل تاریکی ہے۔ خواہ وہ جگہ لاہور ہو خواہ لنڈن کا ووکنگ مشن پھر انسان وہیں آتا ہے۔ جہاں سے گیا ہو چونکہ واپسی پر روشنی ہوگئی۔ اسلئے ثابت ہُوا۔ کہ آج دنیا میں خدائی روشنی کا مرکز صرف قادیان ہی ہے۔ اگرچہ آپ لوگ ابتداء سے تاریکی پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر خدا کے نور کو کون بجھا سکتا ہے چبوترے اور اترنے کے الفاظ بھی منارۃ المسیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قادیان کا رستہ دکھلا رہے ہیں۔

(۲) کمزور طبائع لوگوں کی نسبت خوب فرمایا۔ کہ میاں صاحب کے ڈر سے غیر مبائعین کیساتھ شامل نہیں ہوتے"۔ کیوں صاحب! میاں صاحب کیا ہیں۔ کہ جو انسے علیحدگی کریگا بنگسار کیا جائیگا۔ بندہ خدا کبھی تو سچی بات پر بھی غور کیا کرو کیوں نہ کہہ دیا۔ وہ لوگ جو اپنی کمزور فطرت کیوجہ سے پہلے ہی ایسے موقعہ کی تلاش میں تھے جس سے انھیں غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینے میں آسانی ہوجائے۔ اور انکے جنازوں میں شمولیت کیلئے رستہ کھل جائے۔ تاکہ روز کی الجھنوں سے چھٹکارا مل جائے۔ وُہ آپ لوگوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔ کہ وُہ احمدی کہلاتے ہوئے بھی حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے خلاف ذرائع معاشرت تلاش کرسکیں ع واہ رندکے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے دامانِ شفقت سے وابستہ ہونا تو بڑی بڑی قربانیاں چاہتا ہے۔ اور یہ کام کوئی دل گردے والا آدمی ہی کرسکتا ہے نہ کہ کوئی کمزور فطرت انسان۔

(۳) قلم کا معاملہ واقعی بہت دلچسپ اور عجیب ہے۔ حضرت اقدس کا اس قلم کو رد کرنا اور یہ فرمانا کہ "میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا" بھی اسے دلچسپ اور عجیب بنا رہا ہے پھر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کا یہ کہنا کہ "نبت جیب پادریوں کا افسر ہے وہ اسی سے کام چلاتا ہے"۔ سونے پر سہاگہ ہے۔ یعنی اس قلم سے وہی کام لیا جائیگا۔ جو دجال یا دجالوں کا افسر لیتا ہے۔ خدا ایسے وعید سے ہر مومن کو محفوظ رکھے۔ آمین

خرگوش بزدل جانور ہے۔ روباہ اور خرگوش مکار سمجھے جاتے ہیں۔ روباہ بازی مکاری بادامی رنگ ہلکا زرد بیماری کی علامت ہے۔ ہوا بھرنا تکبر اور غرور کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ پس مطلب یہ ہوا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی تحریریں جالیت کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہونگی۔ اور وُہ مکر و فریب سے اپنا کام چلائیں گے جیسا کہ غیر احمدیوں سے چندہ حاصل کرنے کے لئے انھیں تاریکی میں رکھ کر دھوکا دیا جاتا ہے۔ کہ آخری نبی محمد صلعم ہیں۔ حالانکہ انکے اپنے عقیدہ کے مطابق جیسا کہ وُہ ریویو کی ایڈیٹری کے زمانہ میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "آخری نبی" اور "احمد آخر الزمان" ہیں۔ بزدلی کیوجہ سے اس عقیدہ کو چھپایا جاتا ہے۔ یہی رُوحانی بیماری ہے۔ جو بادامی رنگ سے ظاہر کی گئی۔ اور مولوی صاحب

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ کا فرمودہ درس قرآن شریف

سحیر۔ اندرونی طاقتوں کو جلادیتی ہے ٭

ان کے مقابلہ میں تین ہی رستے ترقی کے ہیں (۱) یہ کہ انسان کے اندر جو طاقتیں ہوتی ہیں۔ ان کو استعمال کر کے دور نکل جاتا ہے (۲) بعض دفعہ بلند پروازی کرتا ہے وسعت خیالی پیدا ہو جاتی ہے (۳) نئے نئے خیال پیدا کرتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ ان کے رستے بند کر دیئے جائیں گے۔ ان کے لئے ایسی زنجیریں ہونگی کہ ان کے خیالات اور افکار میں کثرت نہ پیدا ہوگی۔ محدود دائروں کے اندر اہیں گے۔ کافر ہمیشہ لکیر کا فقیر ہوتا ہے۔ وہ یہی کہتا ہے۔ ہمارے باپ دادا نے یہ کہا۔ ہم اس کو کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ کافر اس سے آگے جاتے ہی نہیں۔ پھر ان کے گلے میں طوق پڑے ہونگے وسعت خیال حاصل نہ ہوگی۔ جو انسان نئے خیال نہیں پیدا کرتا۔ اس کے خیال سُست ہو جاتے ہیں۔ وہ خیالات کی کیفیات سے محروم ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ غور اور عمق انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جن کو پہلے کثرت خیال حاصل ہوتا ہے۔ جن کو یہ حاصل نہیں ہوتا۔ انہیں غور اور عمق بھی حاصل نہیں ہوتا۔ تیسری چیز یہ ہوتی ہے۔ کہ پہلے کثرت خیال جاتا ہے پھر عمق جاتا ہے۔ پھر جو اصل چیز ہوتی ہے۔ وہ بھی جاتی رہتی ہے۔ یعنی حقیقت ان سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اب مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ پہلے کثرت خیال کی صفت گئی۔ پھر غور و عمق یعنی قرآن و حدیث کے معارف سمجھنے کی اہلیت گئی۔ پھر ان کتابوں کے ظاہری علوم سے بھی محروم ہو گئے۔ ان کو بھی چھوڑ بیٹھے۔ اب وہ بھوان میں نہ رہے جب کثرت چھوٹی۔ عمق گیا۔ اور جب عمق گیا۔ تو پھر اصل بھی چلا گیا۔ غور و فکر کی طاقت ہی نہ رہی۔ حیوانوں کی طرح ہو گئے۔ کہ کھایا پیا۔ اور پڑ رہے ٭

سورۃ الدہر بقیہ رکوع اوّل

(۲۲ مئی ۱۹۲۸ء)

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝

ابرار پئیں گے ایسے پیالے کہ ان کے اندر کافور کی ملونی ہوگی ٭

بِر کہتے ہیں نیکی کو اور بَر وہ شخص ہوتا ہے۔ جو نیکی میں کمال رکھنے والا ہو یہاں ابرار مومنوں کو ہی کہا گیا ہے۔ ہر مومن جو مومن کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ ابرار میں داخل ہے۔ بہت سے لوگ مومن کہلانے میں تو کوئی حرج نہیں سمجھتے لیکن متقی۔ ابرار۔ اخیار کہلانا ان کے لئے عجیب بات ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک شخص کا نام حافظ محمد صاحب تھا۔ بڑی تیز طبیعت کے انسان تھے۔ ان کی طبیعت کی تیزی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ساری دنیا میں اڑھائی مسلمان سمجھتے تھے۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسرے اپنے آپ کو۔ اور نصف حضرت خلیفہ اول رضؓ یا مولوی عبدالکریم صاحب کو۔ کسی نے سنایا۔ وہ ایک دفعہ کچھ آدمیوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ کہ باتوں باتوں میں یہ ذکر آ گیا۔ انسان اپنے آپ کو متقی کہہ سکتا ہے یا نہیں۔ بعض نے کہا کہہ سکتا ہے۔ بعض نے کہا۔ نہیں کہہ سکتا۔ حافظ محمد صاحب نے کہا۔ جب انسان اپنے آپ کو مومن کہہ سکتا ہے۔ تو متقی کیوں نہیں کہہ سکتا متقی اور مومن ایک ہی بات ہے۔ مولوی غلام حسن صاحب پشاوری بھی ساتھ تھے۔ ان کو بُرا سمجھکر یہ بات ان کے سامنے پیش کی گئی۔ انھوں نے کہا۔ اپنے آپ کو متقی کہنا بڑی دلیری کی بات ہے۔ ہم تو یہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ حافظ محمد صاحب نے کہا۔ اگر تم اپنے آپ کو متقی نہیں سمجھتے۔ تو میں تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ آخر یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور پیش کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ حافظ صاحب جو کہتے ہیں۔ ٹھیک کہتے ہیں۔ مومن اور متقی ایک ہی بات ہے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے۔ کہ میں متقی نہیں۔ تو گویا وہ اپنے ایمان کی آپ نفی کرتا ہے۔ مومن کا مفہوم چونکہ یہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ جو منہ سے ماننے کا اقرار کرے۔ وہ مومن ہے۔ خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ اس لئے مومن کہلانا معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔ اور سالک۔ متقی۔ بَر ایسے انسان کو کہا جاتا ہے۔ جو بدیوں سے محفوظ ہو۔ اس لئے لوگ خیال کرتے ہیں انسان یہ نہیں کہلا سکتا۔ حالانکہ مومن وہی ہوتا ہے۔ جو ایسے مقام پر ہوتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ اس کے شر سے بچ جائیں۔ اور وہ خود کامل طور پر نیکی حاصل کرے۔ ایمان۔ امن سے نکلا ہے۔ اس لئے مومن وہ ہوتا ہے۔ جسے برکت حاصل ہوتی ہے۔ جو لوگوں کو امن دیتا ہے۔ پس یہ سب الفاظ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ ہمیشہ مومن کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ بَر بھی ہے سالک بھی ہے۔ متقی بھی ہے۔ بلکہ اپنے رنگ میں قطب بھی ہے۔ کہ اس کے محور پر دنیا کا ایک حصہ چل رہا ہے ٭

پس اس آیت میں ابرار کا جو لفظ ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ یہ کوئی خاص جماعت ہوگی۔ ہر مومن بَر ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص مومن ہو نہیں سکتا۔ جب تک ابرار میں شامل نہ ہو۔ تو فرمایا۔ ابرار ایسے پیالے پئیں گے۔ جن میں کافور کی ملونی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان آیات کی جو تشریح فرمائی ہے وہ ان کے مطالب بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ انسان کے لئے پہلے ایسی تعلیم کی ضرورت ہے۔ جو کافور کی خاصیت رکھتی ہو۔ کافور کی خاصیت ٹھنڈک ہوتی ہے۔ اور کافور حدت پیدا کرنے والی بیماریوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے۔ انسان کے لئے پہلا قدم یہ ہے۔ کہ خدا کی طرف سے اسے ایسی تعلیم اور ایسی روحانی غذا حاصل ہو۔ کہ جس سے اس کے نفسانی جوش دب جائیں۔ جس طرح کافور پلانے سے تیزی اور گرمی جاتی رہتی ہے۔ اور ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کے ساتھ پہلے ایسا سلوک ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے نفسانی جوش اور غضب۔ فتنہ۔ شرارت کے جذبات جو گرمی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مٹائے جائیں۔ گویا ایسا انسان بے جان ہو جاتا۔ اور اپنے آپ کو مار دیتا ہے۔ اسی لئے اس مقام کو پہنچے ہوئے لوگ جنھوں نے جذبات غضب کو خدا کے لئے چھوڑ دیا ہوگا۔ اگلے جہاں میں ایسے پیالے پلائے جائیں گے۔ کہ جن سے ان کو نہایت راحت امن اور اطمینان حاصل ہوگا ٭

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ

یُفَجِّرُوْنَہَا تَفْجِیْرًا ۝

وہ ایسا چشمہ ہے۔ کہ عباد اللہ اس سے پئیں گے۔ وہ خود اسے پھاڑ کر لائے ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ یفجرونہا تفجیرا۔ پہلی آیت کی کنجی ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے۔ پہلے جو یہ فرمایا۔ کہ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورًا۔ یہ ان کے اعمال کا ہی نتیجہ ہوگا دوسرے لوگ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ فرشتے پھاڑ کر چشمے لائیں گے۔ مگر یہاں فرشتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ مومنوں کے لئے خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہ وہ پھاڑ کر لائیں گے۔ گویا وہ ان کے اعمال کا ہی نتیجہ ہوگا۔ یہ نہیں۔ کہ اس سے اگلے جہان میں ان کو محنت و مشقت کرنی پڑے گی۔ کیونکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ اگلے جہان میں مومن جو خواہش کرینگے۔ وہ پوری کی جائے گی۔ اور حدیثوں میں یوں تشریح آئی ہے۔ کہ ابھی دل میں کسی چیز کا خیال بھی نہ پیدا ہوگا۔ کہ وہ حاصل ہو جائے گی پس جب وہاں یہ حالت ہوگی۔ تو پھر وہاں یفجرونہا تفجیرا۔ کس طرح کرینگے وہ یہ محنت کس طرح کریں گے۔ جبکہ وہاں محنت کرنا ناممکن ہے۔ پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ مرنے سے پہلے وہ دنیا میں چشمہ جاری کریں۔ جو وہاں پہنچے۔ کیونکہ مادی چشمہ وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس دنیا کے روحانی اعمال انسان کے اگلے جہان میں چشمہ بن جائیں گے۔ جس سے ٹھنڈک پہنچے گی ؂

یفجرونہا تفجیرا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ انسان کو غیظ و غضب دبانے اور اپنی بری عادتوں کو چھوڑنے کے لئے خاص محنت اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح تفجیرا میں خاص محنت اور کوشش اور سعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح غیظ و غضب کو دبانے اور بری باتوں کو چھوڑنے کے لئے بڑے بڑے مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر عام طور پر لوگوں کا ذہن اس طرف نہیں جاتا۔ وہ سمجھتے ہیں۔ جب ہم ایمان لے آئے۔ تو خدا تعالیٰ سارے کام یونہی کر دے گا۔ بے شک سب کام اللہ ہی کرتا ہے۔ مگر ابتدائی مراحل طے کرنے کے لئے تفجیر کی ضرورت پیش آتی ہے ؂

چشمہ پھاڑ کر لانے کی مثال شاعر اپنے شعروں میں دیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک ملکہ شیرین تھی۔ جس پر ایک شخص فرہاد عاشق ہو گیا۔ وہ چونکہ ادنیٰ درجہ کا آدمی تھا۔ اس لئے بادشاہ اس سے اپنی لڑکی کی شادی نہ کرنا چاہتا تھا۔ اُسے اس نے کہا۔ کہ فلاں جگہ دودھ کا چشمہ ہے۔ اسے پھاڑ کر یہاں تک لے آ۔ تب شادی کر دوں گا۔ وہ بارہ سال اس چشمہ کے پھاڑنے میں لگا رہا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا غالب کہتا ہے۔ ع

صبح کرنا شام کا لانا جوئے شیر کا

تو یہ چشمہ پھاڑنا محاورہ بھی ہے۔ اس سے اس آیت کے معنے اچھی طرح سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ کہ ایسی کوشش کرنا جس میں انسان دن رات لگا رہے سالہا سال لگاتار مشغول رہے۔ یہ کافوری درجہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ وہ لوگ جن پر خدا تعالیٰ اپنی خاص رحمت کا چھینٹا ڈالتا ہے۔ ان کو چھوڑ دو۔ باقیوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ مجاہدات کریں۔ اپنے نقائص اور عیوب پر غور کریں۔ اور جو کمزوری دیکھیں۔ اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں ؂

میں نے ۹۰ فی صدی لوگوں کے متعلق دیکھا ہے۔ کہ ان کے اخلاق کے متعلق دوسروں کی جو رائے ہوتی ہے۔ وہ درست ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کے اخلاق اور ظاہری عادات کے بارہ میں دوسرے جو رائے ظاہر کریں۔ اُسے تسلیم کر لے۔ اور پھر اصلاح کرے۔ اور ہمیشہ اسے یفجرونہا تفجیرا کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ رات دن محنت کرنی چاہیئے۔ جب اس طرح محنت کر کے اس مقام سے آگے نکل جائے گا۔ تو پھر وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے پھر جلدی جلدی ترقی کر سکیگا۔ لیکن اس مقام تک پہنچنے کے لئے چشمہ پھاڑ کر لانے کی طرح مجاہدات کرنے چاہیئیں ؂

سُوْرَۃُ الدَّھْر بقیہ رکوع اوّل

(۲۳ - مئی ۱۹۲۸ء)

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ

یہ مومن نذر کو پورا کرتے ہیں۔ نذر وہ عہد ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی ذات سے کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے۔ میرا فلاں کام ہو جائے۔ تو میں اللہ کے رستہ میں اتنا مال دوں گا۔ یا دین کی اشاعت کے لئے اس قدر رقم خرچ کروں گا۔ یعنی جس چیز کو انسان وقف کر دے۔ مشروط طور پر کہ فلاں کام ہو جائے۔ تو وہ چیز دیدونگا یہ نذر کہلاتی ہے ؂

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ بلکہ بخیل سے مال نکلوانے کا ایک ذریعہ ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ آپ نے کئی لوگوں سے فرمایا۔ ہم تمہارا فلاں مقصد پورا کرنے کے لئے اس شرط پر دعا کرینگے۔ کہ دین کی اشاعت کے لئے کچھ رقم خرچ کرو۔ آپ نے ایک اشتہار بھی شائع کیا۔ جس میں لکھا۔ کہ وہ لوگ جو جماعت میں داخل نہیں ہیں۔ وہ اس شرط پر دعا کرا سکتے ہیں۔ کہ قبل از وقت انہیں ان کے مقصد کے متعلق خبر دے دی جائے گی۔ جب وہ پوری ہو جائے تو دین کی اشاعت کے لئے اپنے مال میں سے خرچ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عمل بتاتا ہے۔ کہ نذر کوئی چیز ہے۔ اور یہاں قرآن کریم میں بھی یہ کہا گیا ہے۔ کہ یوفون بالنذر۔ وہ لوگ نذر کا ایفا کرتے ہیں۔ یہاں بخیلوں کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ابرار اور عباد اللہ کا ذکر ہے۔ اور یہ لوگ خدا کے لئے خرچ کرنے میں بخیل نہیں ہو سکتے۔ اگر حدیث کا وہی مفہوم ہوتا۔ جو لیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ حدیث واقع میں صحیح ہوتی تو یہاں عباد اللہ کے لئے یوفون بالنذر نہ آتا۔ کیونکہ یہاں مومنوں کا ذکر ہے۔ اور ان لوگوں کا نہیں۔ جو مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتے ؂

اصل بات یہ ہے۔ کہ نذر کی حقیقت کو نہیں سمجھا گیا۔ نذریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو بخل سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ انسان جو اپنا

مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے۔ میرا فلاں کام خدا تعالےٰ کر دے۔ تو میں اتنا مال خرچ کردوں گا۔ مگر ایک دوسری قسم نذر کی ہے وہ پوری کی ہی نہیں جا سکتی۔ جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ جس کے متعلق نذر مانی جائے۔ مثلاً ایک شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ جس میں اسے مالی فائدہ کی توقع ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ میرا یہ کام کر دے۔ تو جو کچھ مجھے حاصل ہوگا۔ اس میں سے اتنی رقم خدا کی راہ میں خرچ کردوں گا۔ بجائے اس کے کہ کسی اور جگہ خرچ کروں۔ ایسا شخص وہ رقم تبھی دے سکتا ہے۔ جب اس کا کام ہو جائے۔ اور اسے رقم حاصل ہو جائے۔ یہ نذر ہو ہی تب سکتی ہے۔ جب اس طرح مشروط ہو کہ خدا تعالےٰ کام کر دے۔ تو یہ روپیہ اس کے لئے خرچ کر دوں گا ؎

یہ نذر اور ہے یا ایسی نذر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی۔ ایسا شخص جسے ایمان نہیں ہے۔ اُسے یہ کہنا۔ کہ دین کے لئے کچھ خرچ کرو۔ اس پر کچھ اثر نہیں رکھتا۔ وہ اسی وقت خرچ کر سکتا ہے۔ جب نشان دیکھ لے۔ اس لئے آپ نے یہ شرط رکھی۔ کہ جب اس کے حق میں دُعا قبول ہو جائے۔ تب اپنا مال خدا کے لئے خرچ کرے۔ مگر جو ایمان لے آیا۔ اس کے لئے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی کوئی شرط نہیں رکھی۔ اس کے لئے اس قسم کی شرط ناجائز ہے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ دین کی خدمت کے لئے چندہ دے۔ ہاں اگر کسی اور موقعہ پر کہتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ میرا فلاں کام کر دے۔ تو وہ میری رقم جو اس کام پر خرچ ہوتی ہے۔ وہ خدا کے لئے دیدوں گا تو یہ ناجائز نہیں۔ اسی قسم کی نذر کا یہاں ذکر ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ایماندار اپنی نذر پوری کرتے ہیں۔ جب ان کا کام ہو جاتا ہے ؎

بات یہ ہے۔ کہ جو لوگ کمزور ایمان والے ہوتے ہیں۔ ان کا جب کام ہو جائے۔ تو پھر مقررہ رقم خدا کے لئے دینے میں لیت و لعل شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی شخص بھوکا تھا۔ وہ کھجور کے درخت پر چڑھ تو گیا۔ مگر اسے اُترنا مشکل نظر آیا۔ اس نے نذر مانی کہ اگر مَیں صحیح و سلامت اُتر گیا۔ تو ایک اونٹنی نذر دوں گا۔ مگر جب نصف تک پہنچ گیا۔ تو اس نے سمجھا۔ یہ تو معمولی بات تھی۔ اونٹنی نہیں گائے نذر دے دُوں گا۔ پھر جب ⅓ حصہ باقی رہ گیا۔ تو کہنے لگا۔ گائے نہیں بکرا دے دوں گا۔ پھر جب ¼ رہ گیا۔ تو بکرے کی بجائے مرغی دینے پر آیا۔ اور جب زمین کے بالکل قریب ہو گیا۔ تو کہنے لگا مُرغی نہیں انڈا دے دُوں گا۔ جب اس کے پاؤں زمین پر لگ گئے۔ تو کہنے لگا۔ مَیں نے ایک جان قربان کرنے کا اقرار کیا تھا۔ اپنے سر سے ایک جُوں پکڑ کر مار ڈالی ؎

یہ قصہ مشہور ہے۔ مگر ایسا ہوتا بھی رہتا ہے۔ مجھے کئی لوگ لکھتے ہیں۔ اگر ہمارا فلاں کام ہو جائے۔ تو خدا کی راہ میں اتنی رقم خرچ کریں گے۔ دعا کی جاتی ہے۔ اور کام ہو جاتا ہے۔ تو پھر ان کا پتہ نہیں لگتا۔ کہ کدھر چلے جاتے ہیں۔ مگر اس طرح کرنے والے بعض ہوتے ہیں ؎

جب بات پوری ہو جاتی ہے۔ تو انسان سمجھتا ہے۔ یہ تو معمولی بات تھی۔ اور پھر اپنے وعدے کو پورا نہیں کرتا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ مومن اسے معمولی نہیں سمجھتا۔ وہ جانتا ہے۔ کہ اسے خدا کے فضل سے کامیابی ہوئی۔ اس لئے وہ اپنے وعدہ کو پورا کر دیتا ہے۔ یہ مومن کی علامت ہے۔ کہ مومن وفادار ہوتا ہے ؎

تو فرمایا۔ وہ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ نذر تو خدا کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اور اس کا پورا کرنا خدا تعالےٰ پر ایمان رکھنے کے اعلان کا ثبوت۔ اور اللہ سے پھر بھی کام پڑتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ فلاں کام تو ہو گیا۔ اِس لئے وعدہ پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جائز نہیں ہے۔ اس طرح ٹھگی تو اس سے کی جائے۔ جس سے پھر کام نہ پڑنا ہو۔ خدا تعالےٰ سے ٹھگی کس طرح کی جا سکتی ہے ؎

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝

وہ اس دن سے ڈرتے ہیں۔ جس کا شر تمام دنیا میں پھیل جائیگا

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝

اور وہ کھانا کھلاتے ہیں۔ اسکی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ؎

یہاں تین درجے بیان کئے گئے ہیں۔ خرچ کرنے کے اور علیٰ حبّہٖ میں بھی تین باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یطعمون الطعام علیٰ حبّہٖ۔ وہ کھانا کھلاتے ہیں باوجود مال کی محبت یا طعام کی محبت کے۔ باوجود اس کے کہ انہیں خود کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بھی وہ کھانا کھلاتے ہیں۔ پھر یطعمون الطعام علیٰ حبّہٖ۔ وہ کھانا کھلاتے ہیں۔ جبکہ انہیں کھانا کھلانے سے محبت ہوتی ہے۔ انہیں اس وقت تک آرام نہیں آتا۔ جب تک دوسروں کو فائدہ نہ پہنچائیں۔ اس بات سے ان لوگوں کو خاص لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے پھر یطعمون الطعام علیٰ حبّہٖ یعنے یطعمون الطعام علیٰ حب اللہ۔ وہ کھانا کھلاتے ہیں۔ جس سے ان کی غرض یہ نہیں ہوتی۔ کہ لوگ ان کی تعریف کریں یا اس آدمی سے فائدہ حاصل کریں۔ جسے کھلاتے ہیں۔ یا یہ کہ اس کے بدلے خدا سے انعام حاصل کریں۔ بلکہ خدا نے ان پر جو احسان اور انعام کئے ہوتے ہیں ان کے شکریہ میں کھلاتے ہیں ؎

غرض صدقہ کے یہ تین مدارج بیان کئے۔ پہلا درجہ یہ ہے۔ کہ صدقہ ایسی حالت میں کرے۔ جبکہ وہ خود ضرورتمند ہو۔ یعنے اپنا مال اپنی بعض حاجتوں اور ضرورتوں کو کم کر کے خدا کی

138

راہ میں دے - اس سے بڑھ کر درجہ یہ ہے - کہ اس کی طبیعت کو صدقہ سے اس قدر لگاؤ اور موانست پیدا ہو جائے - کہ اسے اس وقت تک چین نہ پڑے - جب تک صدقہ نہ دے لے - یہ دوسرا درجہ ہے - اور تیسرا درجہ یہ ہے - کہ اس کی یہ حالت کسی بدلہ اور خواہش کی وجہ سے نہ ہو - بلکہ خدا تعالےٰ کے احسانات کے شکریہ میں ہو ؞

یہ تین درجے دینے کے ہیں - ان کے مقابلہ میں جن کو دیتا ہے - ان کے بھی تین درجے ہیں - پہلا یہ کہ مسکین کو دیتا ہے - اسے دینے والے کو خیال آسکتا ہے - کہ میں اسے روپیہ دوں گا - تو یہ کبھی وقت میرا کوئی کام کر دے گا - یہ ادنیٰ درجہ ہے - اس کے اوپر دوسرا درجہ یہ ہے - کہ یتیم کو دیتا ہے - یتیم اس کا کوئی کام تو کر نہیں سکتا - نہ اس کی شہرت لوگوں میں کر سکتا ہے - پھر اس سے اعلیٰ درجہ کا صدقہ یہ ہے - کہ اسیر کو دیتا ہے - یتیم تو پھر بھی لوگوں میں چلتا پھرتا ہے - اگر خود نہیں بتاتا - کہ فلاں نے مجھے یہ چیز دی - تو دوسرے اس سے خود پوچھ لیتے ہیں - کہ یہ چیز کہاں سے لی - اور وہ کہہ دے گا - فلاں نے دی - مگر اسیر تو اتنا بھی نہیں کر سکتا - اس کو جو کچھ دیا جائے - وہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا - پس یہ دینے کے لحاظ سے تین درجے ہیں ؞

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ

پھر وہ ایک اور ترقی کرتا ہے - یہی نہیں - کہ وہ کسی کو اس لئے نہیں دیتا کہ کوئی اس کا احسان مانے - بلکہ وہ دیتے وقت یہ کہہ بھی دیتا ہے کہ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا - ہم یہ کام خدا کے لئے کرتے ہیں - تم سے کسی بدلہ کے لئے نہیں کرتے - حتےٰ کہ انعام اللہ اور عطاء اللہ بھی نہیں چاہتے - وجہ اللہ چاہتے ہیں - کیونکہ خدا نے جو کچھ دے رکھا ہے - وہ کیا کم ہے ؞

لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا ۝

جب ہم خدا سے بھی اس کی جزا نہیں مانگتے - تو پھر تم سے کیوں مانگنے لگے - ہم تم سے نہ جزا مانگتے ہیں - اور نہ تم سے شکر کے خواہاں ہیں - جزا تو بڑی بات ہے - ہم تو یہ بھی نہیں چاہتے کہ ہمارا شکر کرو - ہم پر خدا کے جو احسان ہیں - ان کی وجہ سے ہم نے جو کچھ دیا - دیا ہے ؞

اِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝

ہم کسی جزا اور بدلہ کے لئے نہیں دیتے - بلکہ اس لئے دیتے ہیں - کہ ہم اس دن سے ڈرتے ہیں - جس دن کہ سختی اور ناراضگی کے آثار پائے جائیں گے - اور جبکہ نہ ختم ہونے والی تکلیف ہوگی یعنے اس دن خدا کی ناراضگی کا اظہار ہو گا - اور تکالیف بہت لمبی ہونگی ؞

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ۝

پس اللہ نے اس دن کی تکلیف اور دکھ سے انہیں بچا لیا - اور ان کو پہنچائی نضرۃ - نضرہ اس ترو تازگی کو کہتے ہیں - جس سے کوئی چیز ضائع نہ ہوتی ہو - اور وہ چیز جس میں تمام کمال موجود ہوں - تو فرمایا - خدا ان کو ایسے انعام دے گا - جو اپنی ساری خوبیوں کے جامع ہوں گے - کوئی حصہ ان کا ناقص نہ ہو گا - پھر خدا ان کو خوشی دے گا - ان کی جسمانی کیفیت کو ان کی قلبی کیفیت کے مطابق بنا دے گا - ہر قسم کی خوشی اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے - کہ انسان کی قلبی اور جسمانی کیفیتیں ایک دوسری کے مطابق ہوں - اگر کسی کو عمدہ لباس ملے - مگر اس کے قلب میں آرام نہ ہو - تو وہ کیا خوشی محسوس کرے گا - اگر کسی کو کھانا ملے - مگر اس کے معدہ میں زخم ہو - تو وہ کیا لذت حاصل کر سکے گا - اچھا مکان ہو - مگر یہ وہم ہو - کہ ممکن ہے - گر جائے - جیسا کہ خیرپور کے نوابوں کو تھا - وہ تین پشتوں تک مکان میں داخل نہ ہوتے موجودہ نواب صاحب کے والد مکان میں آئے تھے تو عالیشان مکان سے کیا لطف اٹھا سکتا ہے - تو سرور تبھی حاصل ہو سکتا ہے - جب قلب کی کیفیت جسم کی کیفیت کے مطابق ہو - بھوک لگی ہو - اور کوئی اچھا لباس لاکر دیدے - تو یہ مطابقت نہ ہو گی - اس لئے کوئی خوشی حاصل نہ ہوگی - اگر کوئی ننگا ہو اور اسے کھانا لاکر دے دیا جائے - تو اسے کیا خوشی ہوگی خدا تعالےٰ فرماتا ہے - ایک تو وہ انعام اپنے اندر تمام کمال رکھتے ہیں - دوسرے وہ انسان کی قلبی اور جسمانی حالت اور ماحول کے مطابق ہوں گے - اس لئے ان سے پورا پورا سرور حاصل ہو گا ؞

علمائے سُوء

اللہ تعالےٰ قرآن مجید و فرقان حمید میں فرماتا ہے۔
"اُدعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ"
یعنی لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف حکمت کی باتوں سے اور عمدہ نصیحتوں کے ساتھ بلاؤ۔ اس آئتہ کریمہ میں خداوند تعالےٰ نے تبلیغ حق کا ایک گراں بہا گُر ظاہر کیا ہے۔ جو سراسر اخلاق و حکمت سے لبریز ہے اہل اسلام نے جب تک منشائے الٰہی کے ماتحت اس کو اپنے دستور العمل میں جاری رکھا۔ اس وقت تک میدانِ تبلیغ میں ہر طرف نصرتِ الٰہی کو اپنے ساتھ پایا۔ فتح و کامرانی ہر سو ان کے ہمرکاب رہی۔ اور راہ ترقی پر اس زور و شور سے گام زن رہے کہ دنیا کو ششدر کر دیا ؛

لیکن افسوس آج ہمارے "مدعیانِ ہدایت" تبلیغ کے اس زرین اصول کو طاقِ نسیان میں رکھ چکے ہیں۔ اور اسلاف کی نیک خیالی سے۔ ان کے اخلاق سے بے نیاز ہو کر جو راہ عمل اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ ہے۔

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی
جگر جس سے شق ہوں وہ تقریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ (حالی)

یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمان روز بروز تنزل کے عمیق و تاریک غار میں گر رہے ہیں ؛

ایک وقت تھا۔ کہ ہر مسلم مبلغ اسلام ہوتا تھا۔ اپنے دستور العمل میں تہذیب اخلاق حلم بردباری کو کبھی فراموش نہ کرتا تھا۔ مگر اب شومئے قسمت نے عام مبلغین اسلام تو ایک جانب ہماری اکثر تبلیغی انجمنیں بھی ان دلکش خوبیوں سے بیزار ہو رہی ہیں۔ انہوں نے باہمی نفاق کو وسیع کرنا منتہائے تبلیغ سمجھ رکھا ہے ؛

چند سال ہوئے جبکہ منصوری پر چند تفرقہ پرداز اشخاص نے ایک نام نہاد تبلیغی انجمن قائم کی۔ امسال قادیانی تحریک کے ماتحت ۱۷ جون کو ہندوستان میں جابجا سیرۃ خاتم النبیینؐ پر جلسے ہوئے۔ اور منصوری پر بھی ہوا تو ہمارے نفاق پسند حضرات کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی ہوا کیوں چلی ؟ یہ کیوں ایک جلسہ گاہ میں "اتفاق" سے جا بیٹھے ؟ ان کی برداشت سے یہ باہر تھا۔ کہ مسلمان کسی وقت بھی اتحاد و اتفاق کے شیریں چشمہ سے آب حیات کے گھونٹ پئیں۔ کیوں ؟ محض اس لئے کہ حضرات علماء کے نزدیک "اتحاد بین المسلمین" سے زیادہ کوئی اور معصیت نہیں اس سے زیادہ اور کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔ پس غیور مسلمانوں کی رگ نفاق پھڑکی۔ اور قادیانیوں کی سرزنش کے لئے کہ کیوں انہوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جلسے کرائے۔ فوراً منصوری پر ایک نئی "جمعیت تبلیغ الاسلام" کا بت تراشا۔ اور تبلیغ کے نام پر ۱۰۔۱۱۔۱۲ر اگست ۱۹۲۸ء کو ٹاؤن ہال میں ایک سہ روزہ جلسہ منعقد کیا۔ از روئے اعلان جلسہ میں بڑے بڑے نامی گرامی علماء مدعو تھے۔ مگر وقت پر چند مولوی صاحبان ہی جلوہ افروز ہوئے۔ تمام جلسہ میں اگر کوئی تقریر معقولیت و سنجیدگی لئے ہوئے تھی۔ تو وہ جناب بابا خلیل احمد صاحب (چتر ویدی) کی تھی باقی صاحبان کی تقریریں محض بے معنی افسانہ جات و خلاف از عقل بیانات پر مشتمل تھیں۔ ایک مولوی صاحب نے "مسئلہ نجات" پر وہ گہر افشانی فرمائی۔ کہ "مسیحی کفارہ" کو مات کر دیا۔ بعدہٗ ہمارے دیوبندی واعظ جناب مولوی مرتضےٰ احسن صاحب نے اپنے وعظ سے عوام کو بہت مسرور کیا۔ سادہ لوح مسلمانوں نے تو خوب سر ہلا ہلا کر مولانا کا وعظ سنا۔ مگر نکتہ داں حضرات کے لئے آپ کی تقریر میں سوائے مولویت کی نمائش کے اور کچھ نہ تھا۔ مولانا نے اپنی تقریر میں "اُدعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ" کے زرین اصول کو پس پشت پھینکدیا۔ آپ کے قہر و غضب کی بجلی زیادہ تر قادیانی اصحاب پر گر رہی تھی۔ محبت کی بجائے نفرت۔ اخلاق کی بجائے سخت کلامی کی گئی ؛

مولانا نے اپنی تقریر میں جناب مرزا صاحب (مرحوم) پر وہ الزامات لگائے کہ خدا کی پناہ۔ واقف کار حضرات شرم سے سرنگوں تھے۔ میں حیران تھا۔ کہ مولانا کو غلط اتہامات اور بیہودہ گوئی کا جواز کہاں سے مل گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مرزا صاحب خود کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دیتے تھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) میں قادیانی نہیں ہوں۔ اور نہ قادیانی عقائد کا پابند۔ لیکن یہاں کذب بیانی کے جواب میں حقیقت مسلمان ہونے کے یہ ضرور خدا لگتی کہوں گا۔ کہ مرزا صاحب نے ہمیشہ اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بر ملا بتایا ہے۔ کبھی آنحضرت سے اپنے آپکو برتر قرار نہیں دیا۔ اس قسم کی بے بنیاد باتوں سے آپ کی تقریر لبریز تھی۔ قادیانیوں سے عقائد میں ہمارا اختلاف ہے۔ اور بہت بڑا اختلاف ہے۔ لیکن اس اختلاف سے ہمیں یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ ان کے اصل عقائد کو پاش پاش کر کے ایک مسخ شدہ صورت میں اپنے ہم خیالوں کے سامنے پیش کرتے پھریں۔ پھر ہمارے لئے یہ بھی درست نہیں۔ کہ محض اختلاف عقائد کی بناء پر ان کی ہر اچھی بات کو بُرا ہی کہیں۔ ان کی بعض تحریکوں کی مخالفت میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں۔ یہ کہاں کی دیانت داری و انصاف پسندی ہے۔ میں ایک ادنیٰ مسلمان ہوں۔ اور کسی خاص فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ میں نہ کسی مولانا کا شاگرد ہوں۔ نہ مولاناؤں کے اخلاق کا دلدادہ۔ میرے ناچیز خیالات نے حالی و سر سید کے خیالات کی تجلی میں کچھ پرورش پائی ہے۔ میرے نزدیک اگر قادیانی اصحاب میں کوئی خوبی نظر آئے۔ تو اس کو خوبی ہی کہنا چاہیئے۔ شیعہ حضرات میں اگر خوبی نظر آئے تو اس کو بدی سے نہ تعبیر کرنا چاہیئے۔ اسی طرح دنیا میں جہاں کہیں بھی خوبی کی جھلک پر تو فگن ہو۔ اس کی تعریف ہی کرنا چاہیئے۔ تعصب و حسد کی آگ میں کودنا کوئی دانشمندی نہیں۔

بُرا ہو تعصب کا۔ کہ مولویت کے رنگ میں ظاہر ہو کر اس نے آج ہماری شہرہ آفاق اخوت و یگانیت کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے قوم کا بیڑہ تباہی کے قریب ہے۔ مگر فتنہ انگیز مولویوں کو اپنی شر انگیز کوششوں سے فرصت نہیں ہے۔ جس طرف دیکھو یہ اپنی خود غرضیوں میں مبتلا ہیں۔ جدہر دیکھو مسلمانوں میں نفاق پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ اور ستم یہ کہ اگر کوئی سچا ہمدرد قوم مسلمانوں کو پُر درد آواز سے پکارے۔ کہ "اے قوم تو کدھر جا رہی ہے۔ ہوش و حواس درست کر۔ اپنی دائمی زندگی کو موت سے نہ تبدیل کر" تو یہی حضرات یعنی ہمارے علماء اس بندۂ خدا پر اپنی مشین گن کی گولیاں چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ آج ہمارے علماء کی حرکات مذہب سوز ہیں۔ ان کی پالیسیاں ملت کش۔ اور ان کی ہستیاں ننگ اسلام ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ لوگ جس بیباکی سے آج تخریب امتہ خیر الانام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کی مثال تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔

مسلمان جو کسی زمانہ میں خوش حال و حکمران تھے۔ ان حاملین شریعت کے بغض و عناد و شر و فساد۔ تعصب و نفرت کے اشتعال انگیز اثرات اور خود بینی خود غرضی کے برباد کن خیالات سے آج عاجز ہیں۔ نادار ہیں۔ مفرور بلا مرگ ہیں۔ غلامی کی تباہ کن زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں ان علماء سے بچائے ؛

محمد اصغر بقا۔ لکھنوی

منسوخی وصیت کا اعلان

مسمی محمد سعید صاحب ولد حافظ نور احمد صاحب پٹواری قوم قریشی ساکن ہمبڑیال تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے ۱۹۱۰ء سے اپنی ماہوار آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ ہی ادا کرنے کی وصیت کی تھی۔ اس وقت سے ۱۹۲۰ء تک اس نے حصہ آمد نہیں دیا بغرض طلب کرنے پر لکھا ہے۔ کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ آپ وصیت کو کالعدم سمجھیں۔ لہذا اس کی وصیت کو کالعدم کر کے حسب ریزولیوشن ۲۰ مجلس کار پرداز مصالح قبرستان منسوخ قرار دیا جاتا ہے ؛

سیکرٹری مجلس کار پرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان

ہندوستان کی خبریں!

لاہور۔ یکم ستمبر۔ شدید بارش کی وجہ سے نارتھ ویسٹرن ریلوے لائن کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔

شملہ۔ یکم ستمبر۔ حکومت ہند کا خیال ہے۔ کہ ہندوستانی ریلوے لائنوں کے نظام میں اکاؤنٹ (بہی کھاتہ) اور آڈٹ (محاسبہ) کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ وزیر ہند نے حکومت ہند کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اور اجازت دیدی ہے۔ کہ یہ سکیم اسمبلی میں پیش کر دی جائے؛

کلکتہ۔ ۲ر ستمبر۔ سکھر گیدر پیش ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فساد ہو گیا۔ جس کی نوعیت کچھ سخت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس فساد کی ابتدا۔ ایک منبع آپ سے پانی لینے پر ہوئی۔ آن کی آن میں فساد بڑھ گیا۔ اور چوب زنی اور کلوخ اندازی تک نوبت پہونچ گئی۔ دو ہندو اور دو مسلمان زخمی ہوئے اور ہسپتال پہونچا دئے گئے؛

جہلم۔ ۱ر ستمبر۔ دریائے جہلم میں طغیانی آئی ہوئی ہے۔ کل تو یہ حالت تھی کہ شہر کے چاروں طرف دریا کا پانی پھیلا ہوا تھا۔ اور شہر سے باہر نکلنا ناممکن ہو رہا تھا۔ گھروں اور دکانوں کے اندر کئی کئی فٹ پانی بہ رہا تھا۔ بازاروں میں چھ چھ فٹ پانی تھا۔ اور کشتی چل رہی تھی۔ پانی دوکانوں کے اندر گھس گیا تھا۔ جس سے لوگوں کے مال و اسباب کو سخت نقصان پہونچا۔ شہر میں کئی مکانات گر گئے۔ لکڑ منڈی تو بالکل تباہ ہو گئی۔ اور لاکھوں روپے کی گیلیاں بہہ گئیں؛

لاہور۔ ۴ر ستمبر۔ کل سے دریائے راوی میں بھی غیر معمولی طغیانی آئی ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ دریاؤں میں طغیانی کی وجہ یہ ہے۔ کہ پہاڑوں میں پچھلے ہفتہ پچاس سالٹھ انچ بارش ہوئی۔ جس کا پانی بہہ کر دریاؤں میں آگیا ہے۔

کولمبو۔ یکم ستمبر۔ حال ہی میں غیر معمولی طور پر جنگلی ہاتھی سیلون میں آموجود ہوئے۔ پچاس ہاتھیوں کا گلہ سٹراین یور مارٹن کے باغات میں آداخل ہوا۔ اور کئی چھوٹے درختوں کو توڑ پھوڑ کر اس وقت واپس ہوئے۔ جب باغات کے کارکنوں نے بندوقوں وغیرہ سے ان پر فائر کئے۔

شملہ۔ ۳ر ستمبر۔ ۱۸ر ستمبر کے اجلاس اسمبلی کے لئے جو قرعہ نکلا ہے۔ اس میں پنڈت ہردے ناتھ کنزرو کی باری سب سے پہلے ہے۔ آپ اس مضمون کی قرارداد پیش کریں گے کہ ہندوستان میں گورہ فوج کے بجائے دیسی فوج رکھی جائے۔ اگر آپ نے یہ قرارداد پیش نہ کی۔ تو پھر آپ طبی ملازمت کی از سر نو تنظیم والی قرارداد پیش کریں گے؛

شملہ۔ ۳ر ستمبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اسمبلی کی مجلس مالیات نے ایک لاکھ روپیہ کا وہ مطالبہ زر نامنظور کر دیا ہے۔ جو تعین عمر نکاح کی کمیٹی کو بطور معاوضہ پیش کیا گیا تھا۔ بناء انکار یہ ہے۔ کہ اس کمیٹی کے دائرہ رکنیت سے ارکان اسمبلی کے اخراج کے معقول وجوہ بیان نہیں کئے گئے؛

بمبئی۔ ۵ر ستمبر۔ ٹکاجی راؤ سابق مہاراجہ اندور کے خلاف سیوک بائی نام ایک رقاصہ نے ایک لاکھ چوراسی ہزار روپیہ کا دعوےٰ دائر کر دیا ہے۔ اس میں وہ رقم بھی شامل ہے۔ جو مدعیہ نے حبس بے جا کے عوض بطور معاوضہ طلب کی ہے۔

کلکتہ۔ ۵ر ستمبر۔ کھڑگ پور کی حالت ابھی تک بدستور خطرناک ہے۔ اور مضبوط پہروں کی موجودگی میں بیم و ہراس طاری ہو رہا ہے۔ ہندوؤں کے محلوں میں آتش زدگی کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ مسلمان خنجروں کا شکار بن رہے ہیں۔

کلکتہ۔ ۴ر ستمبر۔ گذشتہ دس سال میں شاہی اقتصادی کمیٹی نے تمباکو رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ ہندوستان میں سگرٹ نوشی کو بڑا فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اس وقت ہندوستان میں ۶ ارب پچاس کروڑ سگرٹ سالانہ خرچ ہوئے۔ جنگ عظیم سے پیشتر صرف ایک ارب سگریٹ سالانہ فروخت ہوتے تھے۔

لاہور۔ ۴ر ستمبر۔ دریائے راوی خوب امڈا ہوا ہے کنارے کے دیہات کو سخت خطرہ ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ پانی کی بلندی جو کل ۹ ۸ ۶ فٹ ۹ انچ تھی۔ آج زیادہ نہیں ہوئی۔ پانی کم ہو رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ چند گاؤں پانی میں گھر گئے ہیں اور بہت سے گاؤں والے جنہیں سیلاب کی وجہ سے اپنے مکانات خالی کرنے پڑے۔ سڑک کے کنارے پر بے سرو سامان ڈیرے ڈالے پڑے ہیں۔

لاہور۔ ۳ر ستمبر۔ آج شام کو تین یا چار سال کا ایک بچہ چارپائی پر لیٹا ہوا دریا میں بہتا ہوا آرہا تھا۔ اتفاقاً دو آدمیوں نے اسے دیکھ لیا۔ وہ دونوں دریا میں کود پڑے۔ اور بچہ کو چارپائی سمیت پانی سے باہر لے آئے۔ بچہ بے ہوشی کی حالت میں تھا۔ اسے الٹا کر کے پانی نکالا گیا؛

راولپنڈی۔ ۴ر ستمبر۔ امرناتھ کی یاترا کے سانحہ کے متعلق اتنا پتہ چلا ہے۔ کہ نقصان جان بہت زیادہ ہوا ہے۔ چھ سو سے زیادہ جاتریوں کے زخمی ہونے اور ۷۵ سے زیادہ اموات صادر ہونے کی اطلاع مل چکی ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سات سو کے قریب جاتری متعدد مقامات میں بے ہوش پڑے ہیں۔ جو زخمی جاتری سرینگر پہونچے ہیں۔ انہیں دربار کی طرف سے ہر ممکن طبی امداد بہم پہونچائی جاتی ہے؛

غیر ممالک کی خبریں!

القدس۔ ۳۰ر اگست۔ یہاں قلت آب کی وجہ سے تکلیف محسوس ہونے لگی ہے۔ اور اندیشہ ہے کہ ماہ نومبر سے قبل جبکہ موسم برشگال شروع ہوگا یہی تکلیف جاری رہیگی۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ پرانا طریقہ پھر جاری کیا جائیگا۔ یعنی آب شارون سے پیپوں میں پانی بھر کر بذریعہ ریلوے ٹرین لایا جائیگا۔

مونزہ۔ ۳۰ر اگست۔ مقامات مونزہ اور لگنانو کے درمیان ژالہ باری ہونے سے ۹ آدمی ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ نقصان مال کثیر ہوا۔ گرجا کے مینار۔ کارخانوں کی چمنیاں تار کے کھمبے سب اڑ گئے۔ مقام نوشاتی میں بہت سی عمارتیں سربسجود ہو گئیں۔

پیرس۔ ۳۰ر ستمبر۔ موسیو مارس فنشے نے ہوائی پرواز کے ریکارڈ کو توڑ دیا۔ آپ ایک پرواز میں ۴۲ گھنٹہ ۳۶ منٹ ہوا میں رہے

لندن۔ یکم ستمبر۔ مسٹر برٹرام ٹامس مستشار سلطان مسقط نے بین الاقوامی مستشرقین کے اجلاس میں بیان کیا کہ وہ بدوی کا بھیس بدل کر ملک عرب کے غیر معروف اقطاع میں ۷۰۰ میل کا سفر کر چکے ہیں۔ اس دوران میں انہوں نے پانچ مسلم قبائل کا ایک گروہ دیکھا۔ جو غالباً وہی قبائل ہیں۔ جو بنی اسرائیل سے جدا ہو کر لاپتہ ہو گئے تھے۔ اور جن کا توریت کی کتاب پیدائش میں ذکر آیا ہے۔ یہ قبائل چار مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ اور یہ ایسی زبانیں ہیں۔ جو دیگر عربوں کی سمجھ میں نہیں آتیں؛

قسطنطنیہ۔ ۲ر ستمبر۔ انگورہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ ترکی حکومت نے مسٹر کیلوگ کا معاہدہ انسداد جنگ منظور کر لینے کا فیصلہ کر لیا ہے؛

سر محمد شفیع اپنی اہلیہ کے ہمراہ "راولپنڈی" نامی جہاز کے ذریعہ سے ۱۲ر اگست کو مارسیلز سے عازم ہند ہونگے؛

مکہ معظمہ کی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ سلطان ابن سعود براہ قصیم ریاض کی طرف روانہ ہو گئے؛

ماسکو۔ ۴ر ستمبر۔ افغانستان کی فوری ترقی کا مزید ثبوت اس امر سے بہم پہونچتا ہے۔ کہ وہاں کی مجلس عالیہ ملیہ نے سٹیٹ کونسل کی بجائے براہ راست انتخاب کے ذریعہ عوام کی ایک مجلس مرتب کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ جدید مجلس ۱۵۰ ارکان پر مشتمل ہوگی۔ اور تین سال تک قائم رہیگی۔ تمام خطابات مناصب اور اعزازات سوائے اعزاز آزادی منسوخ کر دئے جائیں گے۔ قدیمی سیاہ جھنڈے کی بجائے اب ایک جدید جھنڈا تیار کیا گیا ہے۔ سترہ سال کی عمر میں سب کو لازمی طور پر فوجی خدمات انجام دینی پڑینگی۔ تربیت کا زمانہ ۲ سال رکھا گیا ہے۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)

نہ فرما سکے۔ اور دوسری طرف اسہال کی شکایت اور بعض دوسرے عوارض نے حضورؑ کو بہت ہی کمزور کر دیا۔ لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ درس القرآن کا عظیم الشان اور بے نظیر کام نہایت عمدگی اور خوبی سے سرانجام پا گیا۔ حضورؑ نے اپنی سخت سے سخت ذاتی تکلیف پر درس القرآن کے لئے آنے والے اصحاب کی خاطر کو ترجیح دی۔ اور ممکن سے ممکن جس قدر وقت حضورؑ کو میسر آسکا۔ وہ قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کرنے میں صرف فرمایا۔ آخری ایام میں تو اس میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

درس میں شامل ہونے والے اصحاب

درس القرآن سننے اور نوٹ لینے والوں میں سلسلہ کے جلیل القدر علماء اور دوسرے کارکنوں کے علاوہ بیرونجات سے آنے والے اصحاب جن میں گریجوایٹ۔ وکلاء۔ کالجوں کے طلباء۔ گورنمنٹ کے معزز عہدیدار اور رؤسا بھی شامل تھے۔ انھوں نے اپنے گھر کے آرام و آسائش پر یہاں کی تکالیف کو خدا تعالےٰ کا کلام سننے کے لیے ترجیح دی۔ اور نہ صرف ترجیح دی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا فضل سمجھا۔ اور اس فضل کو حاصل کرنے کے لئے ممکن سے ممکن کوشش کی۔ خدا تعالےٰ ان کی کوشش کو نہ صرف ان کے لئے بلکہ ان کے ذریعہ دوسروں کے لئے بھی بابرکت بنائے۔

دعوت

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے درس میں شامل ہونے والے اصحاب سے اپنی محبت اور شفقت کا اظہار اس طرح بھی فرمایا۔ کہ سب کو ۶ ستمبر ۱۹۲۸ء کو دار مسیح موعود علیہ السلام میں دعوت طعام دی۔ جس میں بہت سے مقامی اصحاب کو بھی شمولیت کا فخر بخشا۔ اس دعوت کی قدر و قیمت وہی اصحاب جانتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ کے سوکھے ٹکڑے بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ اور اپنے عزیزوں میں بطور تحفہ تقسیم کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ دعوت دینے والے ہوں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے نونہال دعوت کھلانے والوں میں ہوں۔ اور دار مسیح موعودؑ میں بیٹھکر دعوت کھانے کا موقعہ نصیب ہو۔ اس سے بڑھکر ایک احمدی کے لئے کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو۔ ان اصحاب کو جنھیں یہ موقعہ میسر آیا۔ اور خوش قسمت ہیں وہ انسان جنھیں روحانی مائدہ کے ساتھ اس دعوت میں بھی شریک ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

دعاء

چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح سورۂ کہف تک درس ختم کرنا چاہتے تھے جس کا ۸ ستمبر سے قبل ختم ہونا محال تھا۔ لیکن کئی اصحاب ۷ ستمبر کو واپس جانے کے لئے مجبور تھے۔ اس لئے ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء کو گیارہ بجے تک درس دینے کے بعد حضورؑ نے جانے والے اصحاب کو اجازت دے دی۔ اور اس موقعہ پر ایک مختصر سی تقریر کے بعد جس میں تبلیغ اسلام کرنے۔ قرآن کریم کے حقائق و معارف پھیلانے تحریری طور پر خدمت دین کرنے کا ذکر کرکے اگلے سال پھر درس دینے کا اعلان فرمایا اور سب حاضرین کے ساتھ مل کر نہایت خشوع و خضوع سے طویل دعا فرمائی۔ دوران دعا میں احباب کے گریہ و بکا سے مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے نہایت مؤثر گھڑی تھی۔

خطبہ جمعہ

۷ ستمبر چونکہ جمعہ کا دن تھا۔ اس لئے خطبہ جمعہ حضورؑ نے پڑھا۔ جس میں بیرونجات سے آنے والے احباب کو نصیحت کی۔ کہ وہ جماعت کو بیش از بیش مالی اور جانی قربانیوں پر آمادہ کریں سست لوگوں کی سستیوں کو دور کریں۔ اور اشاعت اسلام میں پوری سرگرمی سے مشغول ہو جائیں۔

فوٹو

عصر کے بعد پھر درس ہوا۔ اور سارے مجمع کا بشمولیت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ فوٹو لیا گیا۔

اختتام

۸ ستمبر کو صبح سے درس شروع ہوا۔ اور چونکہ یہ آخری دن تھا۔ اور سورۂ کہف ختم کی جانی تھی۔ اس لئے دو بجے دوپہر تک درس ہوتا رہا درس کے خاتمہ پر حضورؑ نے پھر دعا فرمائی۔ اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کی طرف سے حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اس موقعہ پر حضورؑ نے فرمایا۔ کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق آتا ہے۔ کہ آپؐ رمضان کے دنوں میں حین نزول القرآن یعنی جب قرآن نازل ہوتا تھا۔ بہت صدقہ دیا کرتے تھے۔ اس لئے میں بھی اس موقعہ پر اپنی طرف سے دس روپے بطور صدقہ دیتا ہوں۔ اور بھی جن دوستوں کو توفیق ہو۔ قادیان کے غرباء کے لئے صدقہ دیں۔ اس پر قریباً دو سو کی رقم اس وقت جمع ہو گئی۔

تقسیم انعامات

اس کے بعد درس کے سب امتحانات میں نتائج کے لحاظ سے اعلےٰ نمبر حاصل کرنے والوں کو نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے حضورؑ نے اپنے دست مبارک سے انعامات عطا فرمائے۔ اول انعام حافظ عبدالسلام صاحب شملوی نے حاصل کیا۔ دوسرا صوفی صالح محمد صاحب قصوری نے۔ تیسرا نذیر احمد صاحب سٹوڈنٹ بی۔ ایس۔ سی نے۔ چوتھا چودھری فقیر محمد صاحب کورٹ انسپکٹر نے اور پانچواں شیخ عبدالقادر صاحب طالب علم مدرسہ احمدیہ قادیان نے حاصل کیا۔ اور اس پر یہ مقدس و مبارک بزم ختم ہوئی۔ اور بہت سے احباب جن کی رخصتیں ختم تھیں۔ واپس روانہ ہو گئے۔

کڑپہ میں مفید اور دلچسپ لیکچر

مولوی عبدالرحیم صاحب نیر مبلغ اسلام (لنڈن و مغربی افریقہ) نے شہر مدراس میں متعدد اردو اور انگریزی تقریریں کرنے کے بعد مسلم ایسوسی ایشن کڑپہ کی درخواست پر یہاں تشریف فرما ہو کر میلاد النبی کے موقعہ پر کئی اردو اور انگریزی تقریریں کیں۔ جلسے بہت کامیاب۔ شاندار اور امید افزا ہوئے۔ مسلمانوں کے سوا غیر مسلموں اور مقامی افسروں نے بھی ان مواعظ حسنہ میں حصہ لیا اور محظوظ و متاثر ہوئے۔ مولانائے موصوف کی تقاریر ہم کو تعلیم اسلام کی پابندی۔ ملی ترقی۔ اور اتحاد عمل کی کوشش کی طرف رجوع کرنے اور ہمیں اپنی نیم خفتہ حالت سے بیدار کرنے میں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ پاک مولوی صاحب موصوف جیسی مفید ہستیوں کو ہمیشہ دیر تک رکھے۔ تاکہ بنی نوع انسان اور خصوصاً مسلمانوں کو فائدہ پہونچے۔

ان تمام جلسوں کی صدارت مولانا مولوی عبدالوہاب صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ پی پروفیسر گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس نے فرمائی۔ آپ کی پُر زور تقریروں کا پورا پورا اثر ہوا۔

آخر میں ہم جناب محمد عبداللہ صاحب بی اے کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ہمارے لئے اس مفید ہستیوں کو مہیا کیا خدا تعالےٰ آپ کو بھی وہ سب عطا فرمائے جو ان کے اور ہمارے دینی و دنیوی فائدہ کا باعث ہو۔ آمین

خادم قوم محمد آدم سکرٹری مسلم ایسوسی ایشن کڑپہ

چندہ خاص اور جماعت احمدیہ

(۱) جماعت امرتسر کے ڈاکٹر محمد منیر صاحب مناسب ہیں۔ آپ ملی کام کو توجہ خاص سے سرانجام دینے والے ہیں۔ چندہ خاص کی تحریک پر ان کے والد ماجد ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب بیمار تھے۔ اور پھر انہی ایام میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس سبب سے امرتسر کا رقم جلدی نہیں آیا۔ اب موصول ہوا ہے۔ مندرجہ ذیل احباب کا وعدہ ۱ فیصدی کے حساب سے۔ ڈاکٹر محمد منیر صاحب۔ شیخ غلام محی الدین فضل خاں صاحبان۔ ڈاکٹر معراج الدین صاحب۔ مستری روشن دین۔ مستری مہتاب دین صاحبان۔ شیخ رحیم بخش صاحب تاجر کتب۔ چوہدری نذیر احمد صاحب میاں غلام نبی صاحب۔ میاں فیروز الدین صاحب ٹلرز۔ میاں محمد جان صاحب۔ صوفی عبدالرحمن صاحب بی۔ اے اس جماعت سے چندہ خاص کا روپیہ بھی وصول ہوا ہے۔ لیکن بحیثیت دینے والوں کا نوٹ تفصیل سے نہیں دیا گیا۔

(۲) گوجرانوالہ کی جماعت میں شیخ صاحبان۔ شیخ محمد شریف شیخ محمد حنیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۸ء

ویدک دھرم پر کہیں عمل نہیں!

۲

گذشتہ نمبر میں ویدک دھرم کے احکام کے متعلق چند ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ جن پر اس زمانہ کے رشی دیانند جی مہاراج نے ویدک دھرمیوں کے لئے عمل کرنا نہایت ضروری قرار دیا ہے۔ لیکن کسی جگہ اور کسی ملک میں کوئی ایک بھی آریہ ایسا نہیں۔ جو ان پر عمل کرتا ہو۔ اب اسی قسم کی کچھ اور باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے ⁂

(۴) رشی دیانند مہاراج نے لڑکی اور لڑکے کی شادی کا معاملہ طے کرنے کا جو طریق بتایا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

"جب لڑکی یا لڑکے کی شادی کا وقت ہو۔ یعنی ایک برس یا چھ مہینے برہم چریہ آشرم اور تحصیل علم کے ختم ہونے میں باقی رہیں۔ تب ان لڑکی اور لڑکوں کا پرتی بمب یعنی عکس جس کو فوٹو کہتے ہیں۔ یا تصویر اتار کر لڑکیوں کی پڑھانے والیوں کے پاس کنوارے لڑکوں کی۔ لڑکوں کے استادوں کے پاس لڑکیوں کی تصویر بھیج دیں۔ جس جس کا روپ مل جائے۔ اس اس کے اتی ہاس یعنی پیدائش سے لے کر اس دن تک جنم چرتر یعنی سوانح عمری کی کتاب ہو۔ اس کو پڑھانے والے منگوا کر دیکھیں۔ جب دونوں کے وصف عمل۔ فطرت مطابق ہوں۔ تب جس جس کے ساتھ جس جس کا بیاہ ہونا مناسب سمجھیں۔ اس اس لڑکے اور لڑکی کی عکسی تصویر اور اتی ہاس لڑکی اور لڑکے کے ہاتھ میں دے دیں۔ اور کہیں کہ اس میں جو تمہاری منشا رہو۔ سو ہم کو بتا دینا۔ جب ان دونوں کا پختہ ارادہ باہم شادی کرنے کا ہو جائے۔ تب ان دونوں کا سماورتن گروکل سے واپسی ایک ہی وقت میں ہونا چاہیئے۔ اگر وے دونوں پڑھانے والوں کے سامنے بیاہ کرنا چاہیں۔ تو وہاں نہیں تو لڑکی کے ماں باپ کے گھر میں بیاہ ہونا مناسب ہے"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۷)

آریہ صاحبان نے بہت سے مقامات پر گوروکل اور کنیا پاٹھ شالائیں کھول رکھی ہیں۔ جن میں لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں لیکن آج تک کبھی یہ سننے میں نہیں آیا۔ کہ وہاں اس حکم کے ماتحت لڑکے لڑکیوں کی تصویروں کا تبادلہ کیا گیا ہو۔ اور کنوارے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اس طرح شادی کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا گیا ہو۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے۔ کہ آریہ صاحبان کلیتہً ویدک دھرم کے اس حکم کو بھی دوسرے احکام کی طرح ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ تو بے جا نہ ہوگا ⁂

(۵) شادی کے مرحلہ سے گذر کر رشی جی نے حمل ٹھیرانے کا جو طریق بتایا ہے۔ وہ چونکہ نہایت ہی خلاف تہذیب ہے۔ اس لئے ہم اسے نقل تو نہیں کر سکتے۔ البتہ اتنا بتا دیتے ہیں۔ کہ وہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۰۸ پر درج ہے۔ اور آریہ صاحبان جو ستیارتھ پرکاش کا روزانہ پاٹھ کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ بآسانی ان الفاظ کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیا آریہ صاحبان بتائیں گے۔ کہ وہ اس طریق پر عمل کرتے ہیں۔ اور مرد و عورت کے قد و قامت میں فرق ہونے کی وجہ سے وہ اس کی تعمیل سے قاصر تو نہیں رہتے ⁂

(۶) رشی جی نے ویدک دھرم کا ایک نہایت اہم اور ضروری حکم یہ بیان کیا ہے:۔

"برہمن۔ کھشتری اور ویش دونوں میں کھشت یونی عورت اور کھشت ویرج مرد (یعنی جن کی مجامعت ہو چکی ہو) کا پنر وواہ (دوسرا بیاہ) نہ ہونا چاہیئے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۰)

لیکن آریہ صاحبان اس شدومد کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ کہ جس کی حد نہیں۔ بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کرانے والی بیسیوں سبھائیں بنا رکھی ہیں۔ جو دن رات اس کام میں لگی رہتی ہیں۔ بیوہ عورتوں کے حسن و خوبی اور رنگ ڈھنگ کی تشریحات کر کے لوگوں کو ان سے شادی کرنے پر مائل کیا جاتا ہے۔ اور تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد بڑے فخر کے ساتھ اعلان ہوتے ہیں۔ کہ فلاں ودھوا وواہ کمیٹی نے اتنے عرصہ میں اتنی بیواؤں کی شادیاں کرائیں۔

اس کے علاوہ تمام کے تمام آریہ اخبارات ویدک دھرمیوں کو مختلف پیراؤں میں تحریک کرتے رہتے ہیں۔ کہ بیواؤں کی شادی میں کسی قسم کی روکاوٹ نہ ڈالیں۔ بلکہ ہر طرح امداد دیں ⁂

(۷) اس کے مقابلہ میں ویدک دھرم کے اس حکم کو جس کا نام رشی جی نے نیوگ بتایا۔ اور جس کی نہایت طول طویل مگر سخت شرمناک تشریحات سے ستیارتھ پرکاش کے کئی صفحات کو مزین کیا ہے۔ اسے آریوں نے بالکل پس پشت ڈال دیا ہے ⁂

یہ چند ایک مثالیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں کہ آریہ ویدک دھرم کو اور اس ویدک دھرم کو جس کے دروازے بقول ان کے رشی دیانند نے آ کر کھولے ہیں۔ قطعاً اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس پر عمل کریں۔ جن لوگوں کی اپنی یہ حالت ہو۔ اور جن کے مذہبی احکام اس قسم کے ہوں۔ انھیں اسلام کے سے مذہب پر اعتراض کرتے شرم آنی چاہیئے۔ ویدک دھرم کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ڈھینگیں مارنا اور یہ کہنا کہ صرف اسی مذہب کے احکام پر چلنے سے شانتی حاصل ہو سکتی ہے۔ بالکل آسان امر ہے۔ بات جب کہ آریہ صاحبان اس کے احکام پر خود عمل کر کے دکھائیں۔ اپنی مذہبی معاشرتی زندگی کو ان کے مطابق بنائیں۔ اور پھر دوسروں کو ان پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ کیا آریہ صاحبان اس کے لئے تیار ہیں ⁂

مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

آل پارٹیز کانفرنس میں

133

آل پارٹیز کانفرنس کی جو ترکیب اختیار کی گئی تھی۔ اسی سے ظاہر تھا۔ کہ وہ مسلمانوں کی قسمت کا کیا فیصلہ کرے گی۔ اور اب واقعات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جو کچھ سمجھا گیا تھا۔ وہ بالکل درست اور صحیح تھا کانفرنس منعقد کرنے والوں نے صرف اپنے ہمخیال لوگوں کو مدعو کر کے نہرو کمیٹی کی رپورٹ کو منظور کرا لیا۔ اور اعلان یہ کر دیا ہے۔ کہ تمام صوبوں کے مسلمانوں کی تائید سے رپورٹ منظور ہو گئی ہے۔ اگر مسلمانوں کی تائید کا یہی مطلب ہے۔ کہ ان کی نہایت ذمہ وار اور اپنے اپنے حلقہ میں کانگریس سے بھی زیادہ اثر اور رسوخ رکھنے والی انجمنوں کو اطلاع تک نہ دی جائے۔ اور اگر کسی پارٹی کا کوئی نمائندہ باقاعدہ طور پر منتخب ہو کر آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لکھنؤ پہونچ جائے۔ تو اس کے ساتھ نہایت نامناسب سلوک کیا جائے۔ اور داخلہ کی اجازت نہ دی جائے جیسا کہ جناب سید حبیب صاحب سے کیا گیا۔ تو آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے والوں کا حق ہے۔ کہ نہرو کمیٹی کی رپورٹ کو مسلمانوں کی تائید سے پاس شدہ قرار دیں۔ لیکن اگر چند اپنے ہم خیال لوگوں کو بلا کر ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہے۔ تو اسے مسلمانوں کی تائید نہیں قرار دیا جا سکتا ⁂

جن مسلمانوں نے اس رپورٹ کی منظوری پر دستخط کئے ہیں۔ ان میں سے سب کے متعلق تو یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جان بوجھ کر انھوں نے مسلمانان ہند کے لئے قبر کھودی ہے۔ لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کی حالت زار اور اس کی بے کسی اور بے بسی کی نسبت ہندو لیڈروں کی چکنی چپڑی باتوں سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے ایک آدھ لمحہ کی واہ وا پر اپنی طرف سے مسلمانوں کو عمر بھر کے لئے بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اب یہ مسلمانوں کی ہمت اور کوشش پر منحصر ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو بچا لیں یا ہلاک ہو جانے دیں ⁂

غریبوں کا خون امیروں کے جسم میں

یورپ کے سرمایہ داروں نے بے چارے عوام کو زندگی کے دن جن مشکلات اور تکالیف میں گذارنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ ان کا کسی قدر اندازہ اس امر واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ کہ دنیا میں انسانی خون کی باقاعدہ تجارت ہوتی ہے۔ اور اس کی اس قدر گرم بازاری ہے۔ کہ باہمی مقابلہ کی وجہ سے روز بروز اس کی

قیمت گرتی جارہی ہے۔ یہ لہو تندرست انسان کے جسم کا ہوتا ہے جو دوسرے جسم کی رگوں میں منتقل کرنے کے کام آتا ہے۔ اور انتقال دم کا یہ طریق وہاں کی طبّی دنیا میں اس قدر عام ہو گیا ہے۔ کہ انسانی لہُو کی باقاعدہ تجارت ہونے لگی ہے۔ اور کئی ایسے ہیں۔ جن کا گزارہ محض اپنا لہو بارہ بارہ اور چودہ چودہ دفعہ نکلوا کر بیچ چکے ہیں۔ اور لہُو کی تجارت ان افلاس زدہ لوگوں کا آخری سہارا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد نہ ان میں خون رہتا ہے۔ اور نہ کسی قسم کی محنت و مشقت کرنے کی طاقت ۔

یہ اس سرمایہ داری کا نتیجہ ہے۔ جو محض سرمایہ داروں کے عیش وعشرت کے کام آتی ہے۔ اور جس میں غریبوں اور محتاجوں کا کوئی حِصّہ نہیں۔ اگر اسلامی احکام کے مطابق امراء غربا کے لئے اپنے مال کا ایک مقرّرہ حِصّہ ہر سال دیں۔ تو انھیں غریبوں کی خون آشامی کا موقعہ نہ ملے۔ اور بے چارے غریبوں کو خون فروشی کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے

عیش پرستی کے تباہ کُن نتائج

یورپ اس وقت عیش پرستی میں بہُت ترقی کر رہا ہے۔ آئے دن نئے نئے طریقے اس کے لئے ایجاد ہو رہے ہیں۔ برتھ کنٹرول یعنی اولاد پیدا کرنے سے اجتناب کا رواج بھی اسی بنا پر دن بدن ترقی پر ہے ۔

حال میں رجسٹرار اعداد وشمار نے انگلستان اور ویلز کی شرح پیدائش بابت سال ۱۹۲۷ء کی رپورٹ شائع کی ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سال ملک میں صرف ۱۶۶۶ فی ہزار پیدائش ہوئی۔ اور یہ شرح اس قدر کم ہے۔ کہ انگلستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ دین الفطرت کی تعلیم پر کاربند نہ ہونے سے علاوہ روحانی نقصانات کے سیاسی اور ملکی طور پر جو نقصان انگلستان کا ہو رہا ہے۔ وُہ کتنا بڑا ہے ۔

شرح پیدائش میں حیرت ناک کمی کے علاوہ یہی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ خودکُشی کے واقعات میں بھی اس قدر اضافہ ہوُا ہے۔ کہ جس کی مثال رجسٹروں کے اندراج میں نہیں ملتی ۔

وُہ لوگ جو یورپ کی تقلید میں احکام اسلام کو پس پشت ڈال کر برتھ کنٹرول وغیرہ طریق اختیار کرتے ہیں۔ انھیں مذکورہ بالا واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

اولاد کو خدا تعالےٰ نے اپنی نعمتوں میں سے ایک نعمت قرار دیا ہے۔ جو لوگ اپنے عیش و آرام کے لئے اس کی ناقدری کرتے ہیں۔ وہ نہایت سخت خمیازہ بھگتتے ہیں ۔

اشارات

"جمعیۃ العلما" کو شکایت ہے۔ کہ نہ انھیں نہرو کمیٹی کی رپورٹ بھیجی گئی۔ اور نہ آل پارٹیز کانفرنس میں شمولیت کا موقعہ دیا گیا۔

معلوم ہوتا ہے "جمعیۃ العلماء" کو نہرو صاحب کا وہ اعلان یاد نہیں رہا۔ جو کچھ عرصہ ہوُا۔ انھوں نے مولویوں اور پنڈتوں کے متعلق کیا تھا۔ اور جس میں لکھا تھا۔ ان لوگوں کو سیاسی اور مُلکی امُور میں قطعاً دخل دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ اب وُہ خود ہی اس کی خلاف ورزی کیونکر کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں نہرو کمیٹی نے ہندوستان کے نظم و نسق کے متعلق رپورٹ مرتب کی ہے۔ گورنمنٹ کے خلاف کوئی فتوےٰ تیار نہیں کیا۔ کہ اُسے جمعیۃ العلما کے سامنے پیش کیا جاتا۔ اور اس سے ان کے متعلق مشورہ لیا جاتا وہ دن گئے۔ جب گورنمنٹ کے خلاف مسلمانوں کو مشتعل کر کے نقصان اٹھانے پر آمادہ کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور جس کے لئے قرآن اور حدیث سے عدم تعاون کا جواز نکلوایا جاتا تھا۔ اب کچھ حاصل کرنے اور مسلمانوں کو محروم رکھنے کے دن ہیں۔ اس وقت سیاسی لیڈروں کو "جمعیۃ العلماء" کی کیا ضرورت ہے ۔

مولوی ظفر علی صاحب اپنی اس خفیہ چٹھی کا جواب دیتے دیتے آناً فاناً ہی حجاز چلے گئے۔ جو نظر بندی کے زمانہ میں انھوں نے ایک انگریز افسر کے آگے ناک رگڑتے ہوُئے لکھی تھی۔ اور جس کا راز معاصر "انقلاب" نے بڑی شان سے افشا کیا تھا۔ اب کئی ماہ کی روپوشی کے بعد انھوں نے سمجھا ہوگا۔ بلا ٹلی۔ لیکن ان کے لاہور میں قدم رکھتے ہی معاصر "انقلاب" نے شکر سازی کے کارخانہ کا تذکرہ پھر شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ اس تقریب کے لئے اسے ایک نیا فسانہ گھڑنا پڑا ہے۔ لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہیں۔ اصل میں یہ مولوی ظفر علی صاحب کو ہی یاد دہانی ہے۔ کہ شکر سازی کے لئے انھوں نے جو ضمیر فروشی کی اُسے حق بجانب ثابت کرنے کے بڑے بڑے دعوے کئے تھے۔ انھیں پایۂ ثبوت تک پہونچائیں۔ مولوی صاحب کا شرعی اور اخلاقی فرض ہے کہ جلد سے جلد اس طرف متوجہ ہوں۔ تا دُنیا دیکھ لے۔ ایک معمولی درجہ کے انگریز کے آگے خاک مذلت پر گر کر لوٹنے والا کہاں تک حریت و آزادی اور مسلمانوں کی سیاسی راہ نمائی کے ادعا کا مستحق ہے ۔

مولوی ظفر علی صاحب نے مصر میں حسب معمول ایک پولیس افسر کے سامنے جو تیس بارخانی دکھائی۔ اور جس کی طرف ہم نے ایک ذرا سا اشارہ کیا تھا۔ اس کا جواب دینے کے لئے "زمیندار" کا شیطان کی آنت جتنا لمبا کالم ذکاہات بھی کافی نہ ہوُا۔ اور اُسے ایک دوسرے کالم کا کچھ حصہ بھی سیاہ کرنا پڑا۔ باوجود اس کے کراچی کی کفش کاری کے متعلق ہم نے جو الفاظ لکھے تھے۔ "زمیندار" انھیں بغیر ڈکار لئے ہضم کر گیا۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ ہاتھوں سے مولوی صاحب کی جو تواضع ہوُئی اس کا اثر سر جھاڑ کر کھڑے ہو جانے تک ہی تھا۔ پھر وُہ ایسی فراموش ہو گئی۔ کہ یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آتی۔ یا یہ کہ اس کا ذکر آتے ہی خوف سے ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔ اور دم گھٹنے لگتا ہے ۔

"زمیندار" نے پیش بندی کرتے ہوُئے ہمارے متعلق لکھا ہے "آپ تو زیادہ سے زیادہ یہ لکھیں گے۔ کہ مولانا ظفر علی خاں کو مولوی دیدار علی صاحب یا اُن کے فلاں غاشیہ بردار نے گالیاں دیں"۔ مگر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی کرنے والے کو اس سے بہت زیادہ کی توقع رکھنی چاہیئے

"زمیندار" کو یاد رکھنا چاہیئے۔ اگر وُہ رذیل اور کمینہ لوگوں کی شہ پر جھوٹے اور مفتریانہ بہتان لگا کر دین و دنیا میں اپنی روسیاہی کے سامان مہیا کر سکتا ہے۔ تو ہم اس کے گھر کی معتبر اور باوقار شہادتوں سے وُہ وُہ راز افشا کر سکتے ہیں۔ جن کو سننے والا ہر شخص انگشت بدندان ہو کر رہ جائے۔

ہم ان بزم آرائیوں سے ناواقف نہیں۔ جن میں جام وسبو کا دَور چلتا ہے۔ ہمیں ان محفلوں کا حال بھی معلوم ہے۔ جو لاہور کے بدنام اور رذیل ترین حصہ شہر میں مسند "زمیندار" پر بیٹھنے والے رات کی تاریکیوں میں آراستہ کرتے ہیں ہم ان شرمناک واقعات سے بھی ناواقف نہیں جو حقوق ہمسائیگی کے پردہ میں رونما ہوُئے۔ اور ہمیں ان حالات کا بھی علم ہے۔ جو امرتسر کے ایک خاص ہوٹل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے سوا بھی بہت کچھ ہم جانتے ہیں۔ مگر اس وقت تک صرف شرافت نے ہمیں مہر بلب کر رکھا ہے۔ اگر سوائے اس کے کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ کلوخ انداز را پاداش سنگ است پر عمل کریں۔ تو اس کی ساری ذمہ واری "زمیندار" پر عائد ہوگی ۔

ہمیں اس اطلاع کے پہونچنے پر بہت افسوس بلکہ رنج ہوُا۔ کہ یکم ستمبر کو لائلپور کے جِھنیوٹ بازار میں دوکانداروں نے ایک دیوبندی مولوی کے کہنے پر پیغام صلح کے آخری نمبر کے کچھ پرچے جو ان کے پاس تھے۔ اکٹھے کر کے جلا دیئے۔ لیکن اس کی ذمہ واری جلانے والوں کی نسبت ان لوگوں پر زیادہ عائد ہوتی ہے جنھوں نے نہایت بیدردی سے گلی کوچہ میں پیغام کے پرچے بکھیرے۔ اگر وہ خواہشمندوں کو مفت نہیں۔ بلکہ قیمتاً پرچے دیتے۔ تو یہ انجام نہ ہوتا۔ مگر اس طرح کرنے سے یہ خوف دامنگیر تھا۔ کہ "الفضل کے خاص نمبر کے بالمقابل یہ بہت ہی تھوڑی تعداد میں شائع ہوگا"۔

بہر حال تعداد "بہت ہی تھوڑی" تو نہ رہی۔ گو الفضل جیسی غلطی پھر بھی نصیب [illegible]

ہزیمت خوردہ "اہلحدیث" کے پیچ و تاب

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے ۱۳ر جولائی کے "اہلحدیث" میں ایک مضمون بعنوان "خلیفہ قادیانی کی غلط بیانی" شائع کرتے ہوئے نہایت تعلی آمیز اور متکبرانہ لہجہ میں اس کے جواب کا چیلنج کیا۔ بلکہ اس کے لئے چار صد روپیہ کا انعام بھی مقرر کر دیا۔ ہم نے ان کی مقررہ میعاد کے اندر ۲۰ر جولائی کے الفضل میں مفصل جواب شائع کر دیا۔ امید تھی کہ مولوی صاحب اگر تصدیق نہیں تو کم از کم خاموشی ضرور اختیار کریں گے۔ مگر ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ مولوی صاحب نے پورے تین ہفتہ کے غور و فکر کے بعد "اہلحدیث" ۱۰ر اگست میں ایک مضمون لکھا۔ مگر نہ لکھنے سے بدتر۔ مولوی صاحب نے پہلے تو حسب عادت اپنی مدح سرائی کی۔ اور اپنے آپ کو "شیر" قرار دیا ہے۔ حالانکہ ع ثنائے خود بخود کردن نزیبد مرد دانا را۔ مشہور قول ہے اور پھر ہمارے جوابات پر خائنانہ تنقید کی ہے۔

وعدۂ نجات و ابن نوح

مولوی صاحب نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ حضرت نوح نے بھی آسمان سے ہی خبر پا کر کہا تھا۔ کہ میرا بیٹا بچ رہیگا"۔ جس کے جواب میں ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ اور بتا چکے ہیں۔ حضرت نوحؑ اخیر وقت تک اپنے بیٹے کی نجات کا اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسے انہوں نے ظاہر بھی کر دیا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ثنائی جلد ۴ صفحہ ۱۰۳) مولوی صاحب نے اسے چھوا تک نہیں۔ کیوں ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ ہاں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے مندرجہ بالا الفاظ نقل کر کے تحریر کیا ہے "انعام لینے کا شوق ہے تو یہ الفاظ دکھاؤ"۔ (اہلحدیث ۱۰ر اگست) خوب! کیا اب بھی "کوئی کہہ سکتا ہے۔ اہلحدیث کی گرفت سے قادیانی کسی طرح نکل سکتے ہیں"؟ نہ قرآن مجید اردو زبان میں نازل ہو اور نہ "یہ الفاظ" کا مطالبہ پورا ہو۔

مولوی صاحب کو اس بات کا تو اقرار ہے:۔

"حضرت نوح کو جو بتایا گیا تھا۔ کہ تجھے اور تیرے اہل کو ہم بچا لیں گے۔ حضرت نوح نے بیٹے کو اس اہل موعود لا میں سمجھا"۔ (اہلحدیث ۱۳ر جولائی)

پھر یہ بھی صاف لکھا ہے:۔

"قیل انہ اشتبہ علیہ الامر لظنہ ان المستثنیٰ امراتہ وحدہا"

کہ حضرت نوحؑ نے اِلَّا من سبق علیہ القول سے صرف اپنی بیوی مستثنیٰ سمجھی تھی۔ بیٹے کو نجات پانے والا ہی سمجھتے رہے۔
شہاب علی البیضاوی جلد ۵ صفحہ ۱۰۳

مولوی صاحب کو جو انکار ہے۔ وہ صرف اس بات سے ہے۔ کہ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کی نجات کا اعلان کیا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس سمجھ کا کسی دوسرے کے سامنے اظہار یا اعلان نہیں کیا"۔ (اہلحدیث ۱۳ر جولائی)

پھر لکھتے ہیں:۔

"ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کی نجات کا اعلان نہیں کیا"۔ (۱۰ر اگست)

اگرچہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے الفاظ میں "اعلان" کا لفظ نہیں جیسا کہ ہم الفضل ۲۰ر جولائی میں لکھ چکے ہیں۔ لیکن ہم مولوی صاحب کے اس مطالبہ کو بھی پورا کرنے کے لئے طیار ہیں۔ کیا مولوی صاحب بتا سکتے ہیں۔ حضرت نوحؑ نے اپنے باقی ساتھیوں کی نجات کا اعلان یا اظہار کیا تھا؟ اگر کیا تھا تو انہی الفاظ میں بیٹے کی نجات کا اعلان بھی موجود ہے۔ اور اگر نہیں کیا تھا۔ تو بیٹے کی نجات کے لئے خصوصیت سے اعلان طلب کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ یہ ایک ظاہر بات ہے۔ کہ جب وہ بیٹے کو نجات پانے والوں میں سمجھتے تھے۔ تو ضرور انہوں نے اعلان کیا ہوگا۔ مگر ہم مولوی صاحب کی خاطر قرآن مجید سے ہی صریح اعلان اور اظہار پیش کرتے ہیں۔ کاش! مولوی صاحب اور ان کے ساتھی بغور ملاحظہ کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

حتیٰ اذا جاء امرنا وفار التنور قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن آمن وما آمن معہ الا قلیل و قال ارکبوا فیہا بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا ان ربی لغفور رحیم وھی تجری بہم فی موج کالجبال و نادیٰ نوح ابنہ وکان فی معزل یٰبنی ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین (ھود ع ۴)

ترجمہ:۔ "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہونچا اور صبح روشن ہوئی۔ تو ہم نے نوح کو حکم دیا۔ کہ ہر ایک قسم میں سے جوڑا جوڑا چڑھا لے اور جس پر ہمارا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اسے چھوڑ کر باقی اپنے گھر والوں کو بھی اور جو تجھ پر ایمان لائے ہیں ان سب کو اس بیڑی پر سوار کر لے۔ اور نوح پر چند آدمی ایمان لائے تھے۔ اور کہا کہ سوار ہو لو۔ اللہ کے نام سے چلے گی۔ اور اسی کے نام سے ٹھہرے گی بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ پانی کی لہروں میں جو پہاڑوں کی طرح تھیں۔ ان کو لئے جاتی تھی۔ اور نوح نے اپنے بیٹے کو جو الگ ایک کنارہ پر کھڑا تھا۔ بلایا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ"۔ (تفسیر ثنائی جلد ۴ صفحہ ۱۰۲)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو صرف نجات پانے والا سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ اس کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ جن الفاظ میں انہوں نے باقی اصحاب السفینہ کو سوار ہونے کا ارشاد فرمایا۔ انہیں الفاظ میں یعنی ارکب کے خطاب سے اپنے بیٹے کو سوار ہونے کے لئے کہا۔ بلکہ یا بنی اور معنا کے الفاظ سے اس کی اور وضاحت کر دی۔ اور علیحدہ طور پر کہنے کی وجہ ہی یہی تھی۔ کہ وہ حضرت نوحؑ سے دور تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے "کان فی معزل" کے ماتحت لکھا ہے:۔

"ای فی مکان عزل فیہ نفسہ عن قومہ وقرابتہ بحیث لم یبلغہ قول نوح ارکبوا فیہا"

ترجمہ:۔ وہ لڑکا ایسی الگ جگہ میں تھا۔ کہ اس تک حضرت نوح کا قول ارکبوا فیہا نہ پہونچ سکا۔

(فتح البیان جلد ۴ صفحہ ۳۲۶)

پھر حضرت نوحؑ کے قول "کافروں کے ساتھ نہ رہ" سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ اس ندا کے وقت کفار کے گروہ کے ساتھ تھا۔ گویا حضرت نوح نے باواز بلند تمام لوگوں کے سامنے اپنے بیٹے کو کشتی پر سوار ہو کر نجات پانے کے لئے کہا۔ جیسا کہ ارکب معنا (ہمارے ساتھ سوار ہو جا) کا منشا ہے۔ یعنی حضرت نوحؑ اسے نہ صرف "انہم مغرقون" کی فہرست سے باہر سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کے نجات پانے کا اعلان کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب! کیا اب بھی یہ کہنا درست ہے۔ کہ "حضرت نوح نے اس سمجھ کا کسی دوسرے کے سامنے اظہار نہیں کیا"؟ ع
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

دوسری شہادت صادقہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے فرمایا تھا:۔

"حضرت موسیٰ نے بھی آسمان ہی سے خبر پا کر کہا تھا۔ کہ تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے۔ مگر وہ داخل نہ ہو سکے"۔

مولوی صاحب نے اس کے متعلق لکھا تھا:۔

"حضرت موسیٰ کا یہ اعلان کہیں نہیں" (۱۳ر جولائی)

لیکن جب ہم نے الفضل ۲۰ر جولائی میں اس کے چار زبردست ثبوت پیش کر دئے۔ تو مولوی صاحب "کھسیانی بلی کھمبہ نوچے" کے مطابق اسے "بے چینی" کہہ کر ہی پیچھا چھڑا رہے ہیں۔ مگر انہیں یاد رہے۔ ع

اذا اعتلقت اظافیری بخصم
فمرجعہ نکال او طلاح

مولوی صاحب نے حواس باختگی کے عالم میں ہماری "کوشش کا ملخص" ان الفاظ میں لکھا ہے:۔

"ارض شام دینے کا وعدہ تھا۔ اسی لئے اس کو ارض المواعید کہتے ہیں"۔

سچ ہے۔ ع براین عقل و دانش بباید گریست

مولوی صاحب! اتنے دنوں کے غور کے بعد بھی آپ اگر چار حوالوں میں سے صرف علامہ فخر الدین رازی کے ادھورے الفاظ کا غلط ترجمہ پیش کر کے "اہلحدیث شیر" کہلا سکتے ہیں۔ تو نہ معلوم آپ کے ہاں بزدل کسے کہتے ہیں؟ تفسیر کبیر کے تو الفاظ یہ ہیں

"وعدھم اللہ تعالیٰ اسکان ارض الشام وکان بنو اسرائیل یسمون ارض الشام ارض المواعید"

(جلد ۳ صفحہ ۵۷۱)

اللہ تعالےٰ نے مصر سے نکلنے والے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا۔ کہ وہ ان کو ملک شام میں آباد کریگا۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل اس ملک کو وعدوں کا ملک کہتے تھے"

جملہ خبریہ کا جواب بھی مفصل دیا جا چکا ہے۔ اب اس جگہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سب تحریریں منصفوں کے سامنے جائیں گی۔ ہاں مولوی صاحب کی آگاہی کے لئے صرف اتنا لکھ دیتے ہیں۔ کہ وہ "اس پاک زمین سے محروم رہیں گے" کا نقیض دیکھ لیں۔ کیا وہ جملہ خبریہ ہوگا۔ یا انشائیہ۔ کیونکہ انہوں نے خود ہی لکھا ہے۔

"خدا نے کہا چونکہ انہوں نے حد سے زیادہ گستاخی کی ہے۔ پس یہ لوگ چالیس سال تک اس پاک زمین سے محروم رہیں گے"

(تفسیر ثنائی جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

جب فانھا محرمۃ الایۃ کے یہ معنی ہیں۔ تو ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم کے معنے یقیناً اس کے برعکس ہوں گے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے:-

فی قولہ کتب اللہ لکم فائدۃ عظیمۃ وھی ان القوم وان کانوا جبارین الا ان اللہ تعالےٰ لما وعد ھولاء الضعفاء بان تلک الارض لھم فان کانوا مومنین مقرین بصدق موسیٰ علیہ السلام علموا قطعا ان اللہ ینصرھم علیھم ویسلطھم علیھم (جلد ۳ صفحہ ۵۷۲)

یعنی کتب اللہ لکم کے معنے یہی تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ تم کو ان لوگوں پر غالب کردیگا۔ اور تم اس ملک میں داخل ہو جاؤ گے۔ تلک عشرۃ۔

تیسری شہادت صادقہ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے فرمایا تھا۔

"رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی آسمان سے ہی خبر ملی تھی۔ کہ مسیلمہ کذاب آپ کی زندگی میں فنا ہو جائے گا"

اس پر مولوی صاحب نے بہت شیخیاں بگھاری تھیں لیکن بخاری باب علامات النبوۃ کی روایت مندرجہ الفضل ۲۰ جولائی نے آپ کی تمام شیخیاں کرکری کر دی ہیں۔ الفاظ حدیث صاف ہیں "فنفختھما فطارا" "میں نے ان کو پھونک ماری اور وہ اڑ گئے"

ان کی بھلا کوئی کیا تاویل کر سکتا ہے؟ مولوی صاحب نے "الغریق یتشبث بالحشیش" کے مطابق ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی ہے۔ مگر بے سود۔ پہلے تو آپ نے ترجمۂ حدیث میں انتہائی تحریف سے کام لیکر حسب ذیل الفاظ لکھے ہیں:-

"حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے خواب میں جن کی ہلاکت بتائی گئی۔ وہ دو کس ہیں۔ جو میرے بعد ظہور کریں گے۔ راوی حدیث کہتے ہیں۔ اپنے بعد جن دو کے ظہور اور ہلاکت کی خبر دی تھی ایک ان میں سے اسود عنسی ہوا۔ دوسرا مسیلمہ کذاب"

اور پھر اس ثبوت پر یہ الفاظ جرح کی ہے:-

"ناظرین! دیکھئے مجیب کی جرأت کہ اس روایت کو جس میں بعد کا لفظ بھی ہے۔ اپنے ثبوت میں پیش کرتا ہے"

گویا مولوی صاحب کو لفظ بعد پر اعتراض ہے۔ اور آپ کے نزدیک اس کا صحیح ترجمہ "آنحضرت کی وفات کے بعد ہے یعنی ہر دو مدعی آنحضرت کی وفات کے بعد ظہور کریں گے۔

ناظرین! ہمارے استدلال کو دیکھئے اور مولوی صاحب کے اس اعتراض پر نظر کیجئے۔ کیا یہ وہی بات نہیں۔ ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایھا الساقی ادر کاسا وناولھا

ہمارا استدلال ان الفاظ میں تھا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کنگن دیکھے۔ ایک سے مراد مسیلمہ ہے۔ اور دوسرے سے اسود۔ دونوں کنگن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفخ سے اڑ گئے۔ یعنی دونوں کذاب حضور کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوں گے" (الفضل ۲۰ جولائی)

کیا مولوی صاحب نے اس پر کوئی جرح کی؟ ہرگز نہیں۔ آپ تو "بعدی" کے لفظ سے مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ مگر ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

مولوی صاحب کے الفاظ "مسیلمہ کا دعویٰ آنحضرت کی زندگی میں تھا۔ مگر خروج جس کے معنی ہیں مقابلہ پر آنا۔ یہ آنحضرت کے بعد خلافت صدیقیہ میں ہوا تھا" سے ظاہر ہے۔ کہ آپ بعدی کے معنے آنحضرت کی وفات کے بعد کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ معنی اس حدیث میں سراسر غلط ہیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:-

"قد ذکر ان المراد بعد دعوای النبوۃ او بعد نبوتی" (جلد ۷ صفحہ ۵۶۶)

کہ میرے "بعد" سے مراد میرے دعویٰ نبوت کے بعد ہے۔ پھر وفات کے بعد والے معنوں کو حافظ ابن حجر نے مدلل طور پر رد کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۸) اور یوں بھی یہ معنے واقعات کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اسود عنسی آنحضرت صلعم کی زندگی میں نکلا۔ اور آپ کی عین حیات میں قتل ہوا (قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۸) اس کا خروج "بعدی" کیونکر بن سکتا ہے؟ بعد کے معنے خلاف کے لئے اقرب الموارد دیکھو

مولوی صاحب! ایچ پیچ کی ضرورت نہیں۔ بات صاف ہے۔ آنحضرت نے دو کنگن دیکھے۔ اور ان کو خود اڑایا۔ جس کے معنے یہی تھے۔ کہ وہ حضور کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔ چنانچہ علامہ عینی نے لکھا ہے:-

"تاویل نفخھما انھما قتلا بریحہ لان الاسود ومسیلمۃ قتلا بریحہ"

ان کنگنوں کو پھونک مارنے کی یہی تعبیر تھی۔ کہ وہ دونو اسود عنسی اور مسیلمہ آپ کی پھونک سے قتل کئے جائیں گے۔

(جلد ۷ صفحہ ۵۶۶)

بات تو صاف ہے۔ کاش مطلب صداقت پرستی ہو۔

چوتھا مطالبہ اور اس کا جواب

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے الفاظ یہ تھے

کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دئے جانے کی خبر بھی آسمان ہی سے ملی تھی۔ مگر وہ کنجیاں آپ (آنحضرت) کی زندگی میں نہ ملیں" کے ثبوت میں ہم حدیث "بینا انا نائم اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی" پیش کر چکے ہیں۔

مولوی صاحب یہ تو مانتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ چابیاں نہ ملیں۔ مگر آپ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:-

"اس حدیث میں قیصر و کسریٰ کا نام نہیں۔ اور خلیفہ قادیان نے خاص کر قیصر و کسریٰ کا نام لیا تھا"

مولوی صاحب نے پھر خود ہی اس مطالبہ کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھدیا ہے:-

"بیشک ہم مانتے ہیں۔ کہ اس روایت کا سب کو شمول ہے۔ اور قیصر و کسریٰ کا اس میں دخول ہے"

جب یہ بات ہے۔ تو پھر مطالبہ کیا باقی رہا۔ ہاں اگر آپ صریح طور پر قیصر و کسریٰ کے خزانوں کا لفظ ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر مندرجہ ذیل حدیث کافی ہے:-

"فاخذ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) المعول فقال بسم اللہ فضرب ضربۃ فکسر ثلثھا وقال اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام واللہ ان لابصر قصورھا الحمر الساعۃ ثم ضرب الثانیۃ فقطع الثلث الآخر فقال اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لابصر قصر المدائن ابیض"

ترجمہ:- آنحضرت صلعم نے خود کدال پکڑی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب ماری۔ جس سے پتھر کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ آنحضرت صلعم نے اللہ اکبر کہا۔ اور فرمایا۔ مجھے شام کے خزانے دئے گئے ہیں اور بخدا میں اس وقت اس کے سرخ محلات کو دیکھتا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور کہا۔ کہ اللہ اکبر۔ مجھے فارس کے

قیصر و کسریٰ شام اور فارس کے بادشاہوں کے لقب ہیں۔ منہ

خزانے دئے گئے ہیں۔ اور اس وقت مجھے سفید قصر المدائن نظر آرہا ہے ٭ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۳۰۵)

کیا اب بھی مولوی صاحب راہِ فرار اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا خدانے آنحضرت صلعم کو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں دئے جانے کی خبر دی ہے۔ یا نہیں؟ الفاظ واضح ہیں۔ باقی مولوی صاحب کا صحیح مسلم کی حدیث "لتفتحن عصابة من المسلمين كنز آل كسرى"۔ پیش کرنا بالکل بے موقعہ ہے۔ کیونکہ اس میں یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد یہ ہوگا۔ اس میں تو صرف یہ لکھا ہے۔ کہ

"مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسریٰ کے خزانے فتح کریگی" (اہلحدیث ۱۳ر جولائی)

آنحضرت صلعم بحیثیت سپہ سالار تھے مسلمانوں کی فتح آپ کی فتح ہے۔ چونکہ اصلی لڑنے والے سپاہی ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ فتح ان کی طرف بھی منسوب ہو سکتی ہے۔ پس "عصابة من المسلمين" کہنے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ حضور کی زندگی کے بعد ہوگا۔ ہاں اگر آپ کے ہاں "متکلم" کی تشریح مقبول ہے۔ تو پھر اعتراض ہی کیا ہے۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر نکاح کو منسوخ قرار دیدیا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ و اخبار بدر)

لہٰذا ہمارا جواب قائم ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے الفاظ کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "وضعت فی یدی" (میرے ہاتھوں میں رکھے گئے) اور "اعطیت" (مجھے شام اور فارس کے خزانے دئے گئے) سے صاف طور پر ہو رہی ہے۔

ان امثلہ کی غرض

مولویصاحب نے جواب بن نہ آنے پر وہی "دقیانوسی حربہ" استعمال کیا ہے۔ کہ یہ توہین انبیاء کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہم الفضل ۲۰ر جولائی میں صاف الفاظ میں لکھ چکے ہیں:۔

"مقصود ان امثلہ کے ذکر سے جیسا کہ واضح ہے۔ یہی ہے کہ تعصب کی آنکھ جو محمدی بیگم والی پیشگوئی پر معترض ہے۔ وہ ان امور میں بھی آسمانی باتوں کو جھٹلا ئیگی ورنہ شرائط کا خیال رکھتے ہوئے یہ سب باتیں درست ہیں"

اور پھر خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے ان امثلہ کا ذکر کرکے فرمایا تھا:۔

"صحیح بات یہ ہے کہ آسمان کی باتیں تو سچی ہوتی ہیں۔ مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو روحانی آنکھیں عطا نہیں ہوتیں۔ وہ جب تعصب کے غبار کی عینک لگا کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو بجز غبار کے ان کی آنکھوں کے سامنے اور کچھ نہیں آتا" (اہلحدیث ۱۳ر جولائی)

ان الفاظ کی موجودگی میں مولوی صاحب کا یہ الزام ایک ناپاک الزام ہے۔ جس کی تردید کے لئے ہم خود ان کی ہی انسانیت سے اپیل کرتے ہیں ٭

محمدی بیگم کی پیشگوئی اور شرط

ہم نے لکھا تھا۔ کہ محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی شرطی تھی۔ مگر مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بالکل غلط ہے۔ احمدی ایک، دوسرے کی تقلید میں مشروط کہے جاتے ہیں۔ حالانکہ جس کو شرط کہتے ہیں۔ وہ شرط ہی نہیں" ہم نے تو شرطی ہونے کیلئے انجام آتھم اور تتمہ حقیقۃ الوحی کا حوالہ دیا تھا۔ مولوی صاحب کو اس سے انکار ہے۔ ہم مولوی صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ "شرط کسے کہتے ہیں" تاکہ اس پہلو کا بھی فیصلہ ہو جائے۔ کیا مولوی صاحب اس کا جواب دینگے؟ دیدہ باید!

ازالہ اوہام کا حوالہ

مولوی صاحب نے ۱۳ر جولائی کے اہلحدیث میں ازالہ اوہام کے حوالہ کی بناء پر جو غلط بیانی کی تھی۔ اس کے متعلق ہم مفصل الفضل میں لکھ چکے ہیں مولوی صاحب نے اس حوالہ کے تصفیہ کے لئے تقرر منصف کے لئے لکھا ہے۔ جو ہمیں بخوشی منظور ہے۔ انعام کے فیصلہ کے لئے جو منصف ہوں گے۔ وہی منصف مولوی صاحب کی اس غلط بیانی کا بھی فیصلہ کریں گے ٭

تقرر منصف

مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"احمدیو! مرد میدان بن کر باہر آؤ۔ انعامی مضمون کا فیصلہ منصفوں سے کرا لو" (۱۰ر اگست)

ہمیں مولوی صاحب کا یہ طریق فیصلہ بخوشی منظور ہے۔ مگر ساتھ ہی خطرہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ وہی ہیں۔ جنہوں نے پہلے لکھا تھا:۔

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ۔ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر طیار ہے۔ جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کرکے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو۔ (اسرار جھوٹ ناقل) اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ۔ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے" (اہلحدیث ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء)

لیکن جب "جری اللہ فی حلل الانبیاء" نے للکارا تو آپ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اور لکھ دیا:۔

"خاکسار ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا"

(الہامات مرزا بار دوم صفحہ ۸۵)

مگر تاہم ہمیں منصفوں کا فیصلہ منظور ہے۔ ہمارے خیال میں فریقین کی طرف سے ایک ایک حکم ہو۔ اور ایک غیر متعصب عیسائی عالم ہو جس کا تقرر بتراضی طرفین ہوگا۔ اور فیصلہ تحریری ہوگا۔ مولوی صاحب کو چاہئیے۔ کہ وہ کم از کم پانچ عیسائی علماء کے نام پیش کریں۔ تاکہ جلد تیسرے منصف کو منتخب کر لیا جائے۔ انہیں چاہئیے۔ کہ غیر متعصب اہل علم پیش کریں۔ کیا مولوی صاحب اس طریق فیصلہ پر قائم رہینگے؟ ٭

خاکسار

ابوالعطاء اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) قادیان

نہرو کمیٹی کی رپورٹ اور آل پارٹیز کانفرنس

گر ایک بھی ہزار میں وہ مان جائینگے
ہم اے پیامبر ترے قربان جائینگے

نہرو کمیٹی کی رپورٹ لکھی گئی۔ اس پر تمام ممالک کے مطابع میں رائے زنی اور تنقید ہو رہی ہے۔ یہ رپورٹ کس کی تحریک سے تیار ہوئی۔ یہ امر زیر بحث لانا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ لارڈ برکن ہیڈ کے طعنے نے تیار کرائی یا اس قوم کی دانشمندی کا نتیجہ ہے۔ جو اپنا شکار پکڑنے کیلئے چو طرفہ جال بن دیتی ہے۔ کہ اس میں پھنس کر شکار نہ نکلنے پائے۔ ناظرین الفضل تعجب کریں گے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوگا۔ کہ سنلی کے جال ہیں دکن میں شیر کو پھانس کر مار دیتے ہیں۔ یہ جال گو دیکھنے میں حقیر ڈوروں کا ہوتا ہے۔ مگر جب تک کہ شیر ان تمام ڈوروں کو توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہو۔ دہقانوں کی لاٹھیاں اس کا کام تمام کر دیتی ہیں۔ خیر بہر حال پھینسے والا جال میں پھنسکر نکل آئے تو اسے ہم شیر کہنا درست ہے مگر یہ جال مکڑی کا شکار نہیں توڑ سکتا۔ یہ جال دہقانوں کا شکار شیر خاں صاحب بھی نہیں توڑ سکتے۔ مگر ایسی مخلوق بھی ہے جو اسے آسانی سے کاٹ دیتی ہے۔ مکڑی کا جالا ایک تنکے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور شیر کا جال قینچی دم بھر میں کاٹ دیتی ہے۔ اسی طرح ہمارے جال ڈالنے والے دوستوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ حکمران قوم کی ایک سینک اور ایک ادنیٰ سی قینچی اسے دم بھر میں کاٹ دیگی۔ ہمارا مقصد تو اس مضمون میں یہ دکھانا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی کی رپورٹ ہے کیا۔ اور اس کو منظور کرنے والے کس قوم کے نمائندے ہوں گے ٭

ساری رپورٹ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ اخبارات نے جس قدر حصہ ہم پہنچایا ہے۔ وہ ہماری نظر کے سامنے ہے۔ اور اسی پر ہم تنقید کر رہے ہیں ٭

رپورٹ کی تعریف

نہرو کمیٹی کی رپورٹ نے جو سکیم پیش کی ہے۔ اس کے متعلق اس طبقہ کے لوگ جو کسی نہ کسی طرح اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ مدح سرائی میں تر زبان ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے حقوق میں جو فروگذاشت کی گئی ہے اس سے قطع نظر کرکے رپورٹ نہایت قابلیت سے لکھی گئی ہے ہندوستانیوں کو وہ سیاسی مقنن کے خطاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اور لارڈ برکن ہیڈ کو انگلی دکھاتی ہے۔ کہ تم ہندوستانیوں کو نالائق سمجھتے تھے۔ کہ یہ کوئی دستور اساسی نہیں بنا سکتے۔ دیکھو یہ کیسا بنا دیا۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔ کہ بقول ظہور احمد صاحب بیرسٹر نہایت عمدہ الفاظ اور بامحاورہ طرز میں رپورٹ لکھی گئی ہے۔ کمیٹی کے ممبروں کو اچھا مؤلف کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اساسی قوانین سیاست کا

135

مطالعہ کر کے اور آئرلینڈ۔ آسٹریلیا۔ کینیڈا اور سوتھ افریقہ وغیرہ کے قوانین کو سامنے رکھکر ایک مسودہ تیار کر دیا ہے۔

اچھوت اقوام مسودات کی تیاری میں جو دشواریاں ہوتی ہیں وہ تو ملک کے متحد الخیال ہونے کی صورت میں رفع شدہ کرنے میں اور ایک سطح پر کھڑا کرنے میں پیش آتی ہیں۔ ہندوستان میں سب سے بڑی اقلیت تعداد کے اعتبار سے اچھوت اقوام ہیں جن کی تعداد ڈیرہ کروڑ کے ادھر اُدھر بیان کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق باوجود اس کے کہ بڑے بڑے دعوے ہمدردی کے کئے گئے۔ مسٹر گاندھی کی تقاریر اٹھا کر پڑھ لیجئے۔ مسٹر گوکھلے آنجہانی کی تقاریر ملاحظہ فرمائیے۔ پنڈت مدن موہن صاحب مالویہ کی تقاریر پر غور کیجئے۔ غرضکہ کوئی ہندو پبلک اسپیکر خواہ وہ پنجاب کا ہو۔ خواہ وسط ہند کا خواہ دکن کا یہی کہتا نظر آئیگا۔ کہ ہمیں متحدہ قومیت کا دعویٰ کرنا عبث ہے۔ جب تک ہم اچھوت اقوام کو اوپر نہ اٹھالیں۔ مگر اوپر اٹھانے کا عمل اگر کچھ ہوا ہے تو سماجی لٹریچر میں ہے۔ یا سماجی منڈلیوں کے بعض پرچارکوں کے عمل میں اس حد تک ہے کہ اچھوت اقوام کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھالیا اور گھر آکر نہا لیئے۔ کتوؤں پر انہیں چڑھانے کی ناکام کوشش کر کے اخبار میں شور مچادیا۔ اور سناتن دھرمیوں کو گالیاں سنا دیں۔ اور ڈانٹ دیا کہ کیوں غریبوں کو ابھرنے نہیں دیتے۔ اس سے اچھوتوں میں تسلی کا خیال پیدا کرا دیا۔ مگر آریہ سکول لاہور کے ہوسٹل میں جب ایک اچھوت قوم کا باورچی جو شدھ ہو چکا تھا۔ نوکر رکھا گیا۔ تو آریہ نونہالان زیر تعلیم نے فوراً بائیکاٹ کر دیا۔ بہر حال لڑکوں کا فعل حجت نہ سہی۔ لیکن عام ہندو قوم کے لیڈروں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا اب اس رپورٹ میں انہیں ایسا بھلایا ہے گویا ان کا نہ کوئی علیحدہ مفاد ہے نہ اس کے ذکر کی ضرورت۔ انہیں تو مردم شماری کی کارروائیوں میں مدت سے ہندو اسی لئے لکھایا جا رہا تھا۔ کہ قومیت عامہ میں وہ غرق ہو جائیں اور ان کا سوال قومی تمدنی اصلاح کے ماتحت رہے۔ سیاست سے کوئی علاقہ نہ رہے۔

مسلمان دوسری اہم اور بڑی اقلیت مسلمانوں کی ہے۔ اس کے مفاد کی حفاظت کیا کی گئی ہے۔ اور کس قدر کی گئی ہے۔ ہمیں رپورٹ میں اس طرح تلاش کرنا چاہیئے جس طرح بچپن کھلنڈری لڑکی کے بڑے بڑے اور گھنے بالوں میں سے اس کی ماں ڈہکوں کو تلاش کرتی ہے۔ (ڈھکہ جوں کی سب سے چھوٹی قسم) لیکن اس تلاش سے جو شئے ہمیں ملتی ہے۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں کی یہ خواہش پوری کر دی جائے۔ کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کو آئینی اصلاحات دیجائیں۔ صوبہ سندھ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اور اسی طرح زبان کی بنیاد پر اور جو تقسیمیں ضروری ہوں اصولاً مانی جائیں۔ بشرطیکہ (شرط ایسی کڑی کہ اٹھائے نہ اٹھے) ہر منقسمہ صوبہ اپنا خرچ خود اٹھائے۔ اور وہ تمام حقوق جو بطور حق کانگرس نے بسفارش مسلم لیگ مسلمانوں کے لئے کم سے کم منظور کئے تھے۔ وہ غائب کر دئے گئے۔ وہ حقوق کیا تھے۔ یہ کہ ہر صوبہ میں مسلمانوں کی مخصوص نشستیں باعتبار تناسب تعداد اور سنٹرل مجلس میں ۱/۳ مقرر کر دی جائیں۔ اور اگر کسی قوم کے ۳/۴ نمائندے کسی مسودہ بل پر معترض ہوں تو وہ کونسلوں میں خواہ صوبہ کی ہوں یا مرکزی پیش نہ ہو سکے۔ اس کے عوض میں مسلمانوں سے یہ لیا تھا۔ کہ وہ جو گورنمنٹ نے حق دیا ہے۔ کہ جداگانہ انتخاب مسلمان اپنی مخصوص نشستوں کا کیا کریں۔ اس سے مسلمان دست بردار ہو جائیں۔ پس مسلمانوں کا وہ گروہ جو ہندوؤں کے ساتھ کانگریس کے پنڈال میں جلوہ افروز ہوا کرتا ہے۔ وہ فوراً اس پر رضامند ہو گیا تھا۔ اور مسلم لیگ کی بڑی تعداد باوجود اس کے کہ جداگانہ نیابت کے ترک کرنے کا بڑی کثیر تعداد کے ساتھ شملہ میں بموجودگی ڈاکٹر انصاری صاحب و شوکت علی صاحب و ڈاکٹر کچلو صاحب و مسٹر جناح صاحب صدر مسلم لیگ فیصلہ کر چکے تھے۔

مگر مسٹر جناح نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دہلی میں جو معاہدہ کرنا ہندوؤں سے تجویز کیا تھا مسلم لیگ سے اس کی تصدیق کرا کر کانگریس میں پیش کرنا ضروری سمجھا۔ پنجاب اور یو۔ پی کے تمام ممبروں نے باستثنائے دو چار اس کی مخالفت کی۔ آخر لیگ کے کانگریسی ممبروں نے لیگ کے دو ٹکڑے کرنا منظور کر کے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کلکتہ میں زیر اثر کانگریسی لیڈران بنائی اور جھٹ کاٹا اور جھٹ لے دوڑی کے مصداق بن کر کلکتہ کے فیصلہ کو کانگریس میں پیش کر دیا۔ اور کانگریس کمیٹی نے اسے منظور کر کے کھلے اجلاس میں پیش کر دیا۔ جب یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو پنڈت موتی لال صاحب نہرو نے فرمایا "ذاتی طور پر میری رائے ہے کہ موجودہ حالات میں افسوسناک فرقہ وارانہ مناقشات اور عداوت کو دور کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز پیش نہیں کیجا سکتی"

کجا یہ رائے اور کجا مسودہ نہرو کمیٹی۔ لیکن دنیا عجیب عجیب کرشمے دکھلایا کرتی ہے۔ صرف خدا کا خوف ہی ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو اخلاق اعلیٰ کا وارث کر دیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو اپنے مقاصد کی کامیابی کے لئے ہر مکر و فریب اور ہر حیلۂ نازیبا سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اور اسے ڈپلومیسی کے ماتحت سیاست کہا جاتا ہے۔

زود اعتقاد مسلم لیڈر پس ان سادہ لوحوں اور زود اعتقاد مسلم لیڈروں سے پوچھیئے کہ پہلے آپ کو ایک لالچ دیا گیا۔ کہ بعض صوبہ جات کی آئینی اصلاح کی ہم مخالفت نہیں کریں گے۔ سندھ کو علیحدہ کرنے کی سفارش کریں گے۔ تم اپنا حق انتخاب جداگانہ چھوڑ دو۔ اور نشستیں مخصوص کرالو۔ یہ غریب سمجھے چلو اسی طرح مان لو انگریزوں سے تو نجات کی ایک راہ ملتی ہے کانگریس کے فیصلہ کو جس میں بڑی خوشی سے پنڈت نہرو۔ ڈاکٹر مونجے مسٹر کیلکر۔ مسٹر جیاکر نے خفیف سی ترمیموں کے بعد تائید کی تھی۔ اور ڈاکٹر انصاری صاحب نے ۱۵ اگست کو بمبے کرانیکل کے نمائندہ سے کہا تھا۔ کہ "یہ تجاویز نہایت دیانت دارانہ اور مناسب ہیں۔" اب نہرو کمیٹی نے رد کر دیا۔ اور نہ صرف نہرو کمیٹی نے رد کر دیا۔ بلکہ توں فوں کر کے خلافتی نمائندے اور کانگریسی نمائندے مثل پنڈت جواہر لال نہرو وغیرہ کے سب اس رد کرنے میں شامل ہو گئے۔ پنڈت مالویہ نے جب رپورٹ کو پیش کیا ہے۔ کہ یہ رپورٹ مکمل آزادی کا پہلا قدم ہے۔ اور گو اس وقت نو آبادیات کا درجہ مانگا جا رہا ہے۔ مگر یہ بھی آج کل مکمل آزادی کے لگ بھگ ہے۔ پھر آگے چل کر دیکھا جائیگا۔ کثیر حصہ ملک کی یہی رائے ہے۔ تو بعض کانگریسی لیڈروں نے مخالفت کی۔ جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ مگر ووٹ کے وقت سوائے بیچارے حسرت موہانی کے اور کوئی مخالف نظر نہیں آیا۔ سب نے ہتھیار ڈالدئے۔ مولانا کفایت اللہ مولانا شفیع صاحب داؤدی مسٹر سوبہاش چندر بوس اور تمام ارکان خلافت کمیٹی ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر محمد عالم صاحب ان سب نے پنڈت جواہر لال کی مخالفت کی تائید کی تھی۔ لیکن ووٹ کے وقت سب متفق اللفظ ہو کر پنڈت مالویہ جی کے ساتھ ہو گئے۔ مسلمانوں کا یہ رویہ کہ پہلے اپنے بھائیوں کے بڑے حصہ سے علیحدہ ہوئے۔ پھر کانگریس کے ساتھ ہوئے۔ اب کانگریس کی روح رواں جو ممبر تھے۔ انہوں نے لینے والی چیز جو مسلمانوں کے اختیار میں تھی۔ اور اسے گورنمنٹ کے سامنے بطور معاہدہ باہمی پیش کیا جا سکتا ہے اور پیش کیا جائیگا۔ لے لی اور قطعی فیصلہ کرا کر لے لی۔ تو صرف بشرائط سندھ کی علیحدگی دیدی۔ اور سرحد اور بلوچستان کو آئینی اصلاح دیدی۔ لیکن ان برخود غلطوں سے کوئی پوچھے۔ کہ انہوں نے تم کو کیا دیا یہ اصلاحات اور تقسیم تو گورنمنٹ برطانیہ کے حق کا سوال ہے۔ کہ وہ دیتی ہے یا نہیں۔ ہندوؤں کے کہدینے سے کیا ہوتا ہے۔ اور یہ تو پہلے کتنی بار کہہ چکے ہیں۔ مگر گورنمنٹ نے کبھی یہ کہنا مانا۔ ہرگز نہیں۔ لیکن تم نے جو لکھنؤ میں معاہدہ کیا تھا۔ وہ مانٹیگو ریفارم میں مان لیا گیا۔ اور بنگال اور پنجاب کی اکثریت توڑ دی۔ یہی اب کہو گا۔ کہ حق انتخاب تم سے چھن جائیگا۔ نشستیں تمہیں نہیں ملینگی۔ کیونکہ تمہارے ہم مذہبوں سے گورنمنٹ برطانیہ کو جنگ کا سخت خطرہ ہے۔ افغانستان ایران اور ترکی کے معاہدات صاف بتا رہے ہیں۔ پس اس صورت میں بھلا صوبہ سرحد اور بلوچستان کی اصلاح اور سندھ کی علیحدگی کر کے گورنمنٹ مصارف کا بجٹ خواہ مخواہ بڑھا کر مصیبت میں پڑے۔ گورنمنٹ کیوں ان تجاویز کو منظور کریگی۔ ہاں ہندوؤں سے اسے روپیہ بھی لینا ہے۔ اور فوجی بھرتی بھی لینا ہے۔ ان کے خوش کرنے کیلئے مخلوط انتخاب کا طریقہ اور نشستوں کی حد بست اڑا دیگی۔

جس طرح لکھنؤ پیکٹ کے بعد اصلاحات کے دور دورہ میں وزراء مقرر ہوئے اور پنجاب کے مسلم وزیر سر فضل حسین نے اپنی قوم کے حق کا ذرا سا نقطہ پیش کیا۔ کہ طبی تعلیم میں مسلمانوں کے لئے ۴۰ فیصدی داخلہ محفوظ ہو تو سارے ہندو اخبار کانگریسی اور بے اور وہ سب ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور جب یہ تجویز منسوخ نہ کرا سکے۔ تو بلوہ شروع کر دیا۔ جو آج تک جاری ہے۔ اور عرصہ حیات مسلمانوں پر تنگ ہے۔ لیکن جب پچھلے ریفارم کے پروگرام پر سائمن کمیشن مقرر ہوا۔ تو فوراً لکھنؤ کی طرح ایک میثاق کی تیاری کی فکر پڑ گئی۔ اور یہی پنڈت موتی لال صاحب لندن سے محرک ہو گئے۔ کہ ہماری ہتک کر کے ناک کاٹ لی۔ اور کمیشن میں کوئی ہندوستانی مقرر نہیں کیا گیا۔ بائیکاٹ کرو۔ اور ہرگز کمیشن کے سامنے نہ جاؤ۔ لو صاحب فیصلہ ہو گیا۔ ہمارے جوان دل بہادر قوم کے فدائی ملک کے رہبر مسلمان لیڈر فوراً معاہدہ کیلئے تیار ہو گئے۔ معاہدہ پر مہر تصدیق کانگریسی گورنمنٹ نے لگا دی۔ حکم جاری ہو گیا۔ کہ ایسا ہو جائے۔ لیکن جب وقت آیا تو جھٹ وہی گورنران کانگریس نے تیور بدل لئے۔ اور نہرو کمیٹی کی رپورٹ سامنے آگئی۔ جس نے مسلمانوں کے حقوق کو سختی سے پامال کر دیا۔ اور یو۔ پی اور پنجاب کے اور بنگال کے حقوق کو بتی دکھا دی۔ اب بیچارے مسلمان نہ ادھر نہ اُدھر یہ بلا کدھر کے مصداق بن گئے۔ ناچار اسی لکھنؤ میں جہاں پہلے جال میں پھنسے تھے۔ پھر گرفتار ہو گئے۔ اور قوم کا بیڑا اپنے حسابوں تو غرق کر چکے ہیں۔ خدا ہی بچائے تو بچائے۔ اب

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی

اور

غیر مبایعین

میں کبھی آدمؑ کبھی موسےٰؑ۔ کبھی یعقوبؑ ہُوں
نیز ابراہیمؑ ہُوں۔ نسلیں ہیں میری بے شمار

ایک عظیم الشان وعدہ

آج سے قریباً ۵۵ برس پہلے ایک شخص کو اللہ تعالےٰ نے مخاطب کر کے یُوں فرمایا:۔ "تلطف بالنّاس وترحّم علیھم انت فیھم بمنزلۃ موسٰی واصبر علٰی ما یقولون"۔ لوگوں کے ساتھ لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آ۔ اور ان پر رحم کر۔ تو ان میں موسےٰؑ کی طرح ہے۔ پس تو ان کی باتوں پر صبر کر"۔

یہ خطاب اس شخص سے ہے۔ جو اکیلا تھا۔ بے یار و مددگار تھا کوئی مال و دولت اس کے پاس نہ تھی۔ کسی جاگیر کا وُہ مالک نہ تھا۔ کوئی مشہور لیڈر یا راہ نما نہ تھا۔ بلکہ گمنامی میں اپنے زندگی کے دن اللہ تعالےٰ کی بندگی میں بسر کر رہا تھا حتےٰ کہ اس کے قصبہ کے بہت سے لوگ بھی اس سے واقف نہ تھے۔ یا کم از کم وہ قصبہ کے بہت سے افراد سے شناسا نہ تھا۔ یہ حالت ہے۔ اور وعدہ یہ دیا جاتا ہے۔ کہ تو بمنزلہ موسےٰؑ ہے۔ جس طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ایک بہت بڑی جماعت ماننے والوں کی دی گئی۔ تجھے بھی دی جائے گی۔ اور تیری جماعت سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں۔ بلکہ بنی اسرائیل کی طرح لاکھوں کی تعداد تک پہونچ جائے گی۔ اور پھر آخر تمام دُنیا میں پھیل جائیگی اور تیری جماعت کو ہم سلطنتوں کا وارث بنائیں گے۔ اور ملکوں کی بادشاہتیں عنایت کریں گے۔ جس طرح موسےٰؑ کے ماننے والوں کے ساتھ ہم نے کیا تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک حصّہ کا ارتداد

مگر قبل اس کے۔ کہ تیری جماعت تمام دنیا میں بکثرت پھیل جائے۔ اور قبل اس کے کہ کسی حکومت کے وُہ وارث ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جس طرح بنی اسرائیل میں سے ایک کثیر تعداد اس زمین میں داخل ہونے سے پہلے جس کا اُنھیں وعدہ دیا گیا تھا۔ اس سرزمین کے باشندوں سے خوف کھا کر مرتد ہو گئی تھی۔ اور انھوں نے حضرت موسےٰؑ کو کہدیا تھا۔ "اذھب انت وربّک فقاتلا انا ھھنا قاعدون" تو اور تیرا خدا جا کر ان سے لڑتے پھرو ہم یہاں سے آگے نہ جائیں گے۔ یعنی یہ قوم جو ہمارے مقابلہ میں ہے بڑی طاقت و حشمت والی ہے۔ اور ہم کمزور ہیں۔ ان کے پاس بڑی دولت ہے۔ دُنیا کے ہر قسم کے اسباب ان کے پاس موجود ہیں۔ ہم بیچارے غریب فاقوں کے مارے سامان حرب بھی ہمارے پاس کافی نہیں ہم ان کے ساتھ کس طرح جنگ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السّلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ تیری جماعت کا بھی ایک حصّہ ایک وقت مخالفوں سے ڈر کر علیحدگی کی راہ اختیار کریگا۔ اور تیری نبوّت کا انکار کر دیگا۔

بنی اسرائیل کے مرتد ہونے کا نقشہ بائیبل نے یُوں کھینچا ہے:۔

"تب ساری جماعت چلّا کر روئی۔ اور لوگ اس رات بھر رویا کئے پھر سارے بنی اسرائیل موسٰی اور ہارون پر کڑکڑائے۔ اور ساری جماعت نے انھیں کہا۔ اے کاش کہ ہم مصر میں مرجاتے؛ اور کاش کہ ہم اسی بیابان میں فنا ہوتے؛ خداوند کس لئے ہم کو اس زمین میں لایا۔ کہ تلوار سے گر جائیں۔ کیا ہمارے لئے اچھا نہیں۔ کہ مصر کو پھر جائیں؛ تب انھوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ کہ ایک کو اپنا سردار بنائیں۔ اور مصر کو پھر چلیں (گنتی۔ باب ۱۴۔ آیتہ ایک تا پانچ) یعنی جب ان کو معلوم ہُوا۔ کہ اس سرزمین والے بڑے مضبوط اور طاقتور ہیں۔ تو انھوں نے مخالفوں سے ڈر کر ارتداد اختیار کیا۔ اور چاہا۔ کہ کسی کو اپنا سردار بنائیں۔ اور موسےٰ علیہ السّلام کو چھوڑ کر مصر کی طرف جو ان کا پہلا ٹھکانا تھا۔ لوٹ جائیں۔

جماعت احمدیہ کے ایک حصّہ کا ارتداد

حضرت مسیح موعودؑ علیہ السّلام نے بھی اپنے مثیل موسےٰؑ ہونے سے یہ سمجھا ہے۔ کہ میری جماعت کا ایک حصّہ بھی بنی اسرائیل کی طرح مرتد ہو گا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"ایسا ہی براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام موسےٰ رکھا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تلطف بالناس وترحم علیھم انت فیھم بمنزلۃ موسٰی واصبر علٰی ما یقولون۔ (دیکھو ص۵۰۵ براہین احمدیہ حصص سابقہ) یعنی لوگوں سے لطف اور مدارات سے پیش آ۔ تو ان میں موسےٰؑ کی طرح ہے۔ اور ان کی دلآزار باتوں پر صبر کرتا رہ۔ یعنی موسےٰؑ بڑا حلیم تھا۔ اور ہمیشہ بنی اسرائیل آئے دن مرتد ہوتے تھے۔ اور موسےٰؑ پر حملے کرتے اور بعض اوقات کئی بیہودہ الزام اس پر لگاتے تھے۔ مگر موسےٰؑ ہمیشہ صبر کرتا تھا"۔

پھر اسی جگہ آگے فرماتے ہیں:۔

"پس اس نام کے رکھنے میں یہ پیشگوئی بھی ہے۔ کہ ایسا ہی اس جگہ بھی ہو گا (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۸ و ۸۹ (پرانا ایڈیشن)

پھر اسی براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۸۹ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جری اللہ فی حلل الانبیاء کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدمؑ سے لے کر آخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السّلام خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں۔ خواہ وُہ اسرائیلی ہیں۔ یا غیر اسرائیلی۔ ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصّہ دیا گیا ہے"۔

پھر آگے چلکر لکھتے ہیں:۔

"ہر ایک گذشتہ نبی کی عادت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے"۔

بنی اسرائیل کا اس ملک میں داخل ہونے سے انکار کرنا اور مرتد ہو جانا۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے اہم اور خاص واقعات میں سے ہے۔ پس ضروری تھا۔ کہ اس جگہ احمد علیہ السلام کی جماعت میں بھی اس رنگ کے ارتداد کا نمونہ پایا جاتا۔

غیر مبایعین کی علیحدگی

ایسا خطرناک واقعہ جس سے قریب تھا۔ کہ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ آج سے کئی سال پہلے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور وہ غیر مبایعین کی علیحدگی ہے۔

اس پارٹی کے سرگروہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور جماعت کے بڑے آدمیوں میں سے شمار کئے جانے لگے مگر نامعلوم بیعت میں کوئی نقص رہ جانے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ان پر کئی دفعہ ابتلا آئے۔ اور وُہ کئی موقعوں پر حضرت مسیح موعودؑ پر بیہودہ اعتراضات کرنے سے باز نہ رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ان کے دلوں سے ایمان کی رُوح نکل گئی۔ اور باوجود اس کے کہ وُہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السّلام کو نبی آخر زمان مانتے تھے۔ پھر بھی جب انھوں نے دیکھا۔ کہ مخالف تعداد میں ہم سے بڑھکر ہیں۔ طاقت میں ہم سے زیادہ ہیں۔ دنیا کے مال ان کے پاس بہت ہیں۔ تو مرعوب ہو گئے۔ اور چاہا کہ کسی طرح ان سے صُلح کر لی جائے۔ تاکہ ان کے حملوں سے بھی محفوظ رہیں۔ اور دنیاوی مال و دولت بھی کچھ حاصل کر لیں۔ اس طرح یہ ایک بڑے ابتلا میں پھنس گئے۔ جو خلافت ثانیہ کے موقعہ پر رونما ہُوا۔ اس وقت ایک طرف تو کسی سے حسد سے بھرا ہُوا کینہ ان کو احمدیت سے دُور پھینک رہا تھا۔ اور دوسری طرف مال و دولت کا سراب اپنی طرف بلا رہا تھا۔ اس طرح یہ بڑے کہلانے والے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نبوت سے انکار کر بیٹھے۔ وُہ خوش تھے۔ کہ ہم قوم کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ پھر ہم کس طرح باطل پر ہو سکتے ہیں۔ مگر نہ جانتے تھے۔ کہ ان کے باطل پر ہونے کا ثبوت ان کی بڑائی ہی تھی۔ اور ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ان کا ظاہر میں نظر آنے والا غلبہ ہی تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پہلے سے ہی فرما چکے تھے۔ "بعض بدقسمت ایسے ہیں۔ کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کُتا مردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں۔ کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے۔ مگر اذن نہیں دیا جاتا۔ کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں۔ جو بڑے کئے جائیں گے۔ اور کئی بڑے ہیں۔ جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے"۔

ضرور تھا۔ کہ بالآخر یہ بڑے چھوٹے کئے جاتے۔ اور نبی آخر زمان